سلسلہ
مواعظ حسنہ نمبر ۵

علاجِ کبر

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۶۸۱۱۲

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۵

علاج کبر

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۴۶۸۱۱۲ ۴۹۹۲۱۷۶

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف وتالیفات درحقیقت مرشدنا ومولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض وبرکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

نام وعظ	=	عِلاجِ کِبر
واعظ	=	عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
جامع ومرتب	=	سید عشرت جمیل میر
ناشر	=	کتب خانہ مظہری

علاجِ کبر

پیشِ نظر وعظ "علاجِ کبر" حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب اَطَالَ اللّٰہُ بقاءَ ھُمْ وَاَدَامَ اللّٰہُ فیُوضَھُمْ وَبَرَکَاتِھِمْ وَاَنْوَارَ ھُمْ کے چار مواعظ کا مجموعہ ہے جو مختلف تاریخوں اور مختلف اوقات میں حضرت اقدس دامت برکاتہم نے مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں بیان فرمائے۔ پہلا وعظ ۲۲ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۸۸ء بروز جمعرات غالباً بعد فجر بیان فرمایا۔ دوسرا وعظ ۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز منگل بعد عصر اور تیسرا وعظ اگلے دن ۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ مطابق ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز بدھ بعد فجر اور چوتھا وعظ ۳ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز جمعہ ۱۱ بجے صبح ہوا۔ یہ مجموعہ تکبر کی اصلاح کے لئے نہایت عجیب اور کیمیا اثر ہے۔ جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اور بزرگوں کے واقعات کے ساتھ اس مرض کا علاج نہایت مؤثر اور دلنشیں انداز میں بیان فرمایا گیا ہے موضوع اگرچہ سنگین تھا لیکن حضرت اقدس مدظلہ کے دردِ دل، سوز و گداز اور کیفیتِ عشقیہ نے جو حضرت والا کے کلام کا خاصہ ہے اس کو نہایت اثر انگیز کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو اس سے منتفع فرمائے۔ اور حضرت والا دامت برکاتہم کے لئے اور احقر جامع و مرتب کے لئے صدقۂ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔ اس رسالہ کو ابتداء تا انتہا حضرت والا دامت فیوضہم نے خود ملاحظہ فرمایا۔ اس اشاعت میں ضروری حوالہ جات کتب بین القوسین درج کر دئے گئے ہیں۔

—— جامع و مرتب، یکے از خدام حضرت اقدس دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى
اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝ وَقَالَ
تَعَالٰى وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ۝ وَقَالَ تَعَالٰى اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ
تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا ۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ،

بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں سے محبت نہیں فرماتے۔"

یعنی جو لوگ اپنے کو کسی درجہ میں بڑا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بڑائی آئی اور اللہ کی محبت ٹوٹ گئی۔ سارا معاملہ ختم ہوگیا۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ متکبر سے محبت نہیں فرماتے تو وہ غیر محبوب ہُوا۔ اس قضیہ کا عکس کر لیجئے تو یہ مطلب نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے ناراضگی ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا۔ اس قضیہ کا عکس کیا جائے تو یہ مطلب نکلے گا کہ ناراضگی ہے۔ پس جو لوگ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتے ہیں جب تک کہ توبہ نہ کریں۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نہ تو محبت کرتا ہے اور نہ آئندہ کرے گا جو لوگ کہ متکبر ہیں اور متکبر رہیں گے یعنی جب تک توبہ نہ کریں گے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم رہیں گے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ جو ملفوظات کمالات اشرفیہ میں ہے اس آیت کی بہترین تفسیر ہے

فرماتے ہیں کہ جب بندہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے کہ میں دُنیا میں سب سے زیادہ نالائق و گنہگار ہوں، اللہ تعالیٰ کی کسی عبادت کا حق مجھ سے ادا نہیں ہو رہا ہے اور سر سے پیر تک میں قصوروار ہوں تو اُس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں معزز ہوتا ہے، بڑا ہوتا ہے۔ جب اپنی نظر میں وہ بُرا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھلا ہوتا ہے اور جب اپنی نظر میں بھلا ہوتا ہے تو اللہ کی نظر میں وہ بُرا ہوتا ہے۔ لہٰذا سوچ لینا چاہئے کہ ہم اپنی نظر میں بھلے ہو جائیں تو فائدہ ہے یا ہم اللہ کی نظر میں بھلے ہو جائیں تو ہمارا فائدہ ہے انسان اپنی عقل سے فیصلہ کرلے۔

آگے اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اصل میں بڑائی کا حق بھی تو تم کو نہیں ہے۔ فرماتے ہیں وَ لَهُ الْكِبْرِيَاءُ بڑائی اللہ ہی کو زیبا ہے صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہے۔ لام بھی تخصیص کا اور تقدیم ما حقه التاخیر یفید الحصر اللہ تعالیٰ کا یہ اسلوبِ بیان خود بتاتا ہے کہ کبریائی اور بڑائی صرف اللہ کا حق ہے جس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں۔ لہٰذا وَ لَهُ الْكِبْرِيَاءُ کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہوگا کہ اللہ کے لئے بڑائی ہے بلکہ ترجمہ یہ ہوگا کہ بڑائی صرف اللہ ہی کے لئے ہے، اور کسی مخلوق کے لئے بڑائی نہیں۔ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی کو بڑائی ہے آسمان و زمین میں وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ اور وہ زبردست طاقت والا اور زبردست حکمت والا ہے۔

اب یہاں ان دو اسماء کے نازل کرنے میں کیا خاص بات ہے۔ ننانوے ناموں میں سے یہاں عزیز و حکیم کیوں نازل فرمایا؟ بات یہ ہے کہ بڑائی کی وجوہ صرف دو ہی ہوتی ہیں۔ زبردست طاقت اور زبردست طاقت کا حُسنِ استعمال، یعنی حکمت اور قاعدہ سے طاقت کا استعمال۔ لہٰذا ان ناموں کو نازل

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا کہ میری بڑائی کی وجہ یہ ہے کہ میں زبردست طاقت رکھتا ہوں، جس چیز کا ارادہ کرلوں بس کُن کہتا ہوں اور وہ چیز وجود میں آجاتی ہے کُنْ فَیَکُوْنُ ۔ اور میری زبردست طاقت کے ساتھ ساتھ میری زبردست حکمت، دانائی، سمجھ اور فہم کارفرما ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ وہاں طاقت کا استعمال ہونا چاہئے اُس طریقہ سے میری طاقت حکمت کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔

دیکھئے اگر کسی گھر میں کوئی لڑکا زبردست طاقت والا ہوجائے لیکن ہو بیوقوف تو پھر کسی کی خیریت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو اندازہ ہی نہیں کہ طاقت کو کہاں استعمال کرنا چاہئے کبھی ابا کو ایک گھونسہ لگادیا، کبھی چھوٹے بھائی کو لگا دیا، کبھی اماں کو پیٹ دیا۔ اس لئے بڑائی کا وہ مستحق ہے جو زبردست طاقت کو زبردست حکمت کے ساتھ استعمال کرے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم زبردست طاقت والے اور زبردست حکمت والے ہیں۔

اور جو احادیث اس کی شرح کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث قدسی یہ ہے جس کو ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ جلد ۹ صفحہ ۳۰۹ پر مسند احمد، ابوداود و ابن ماجہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنے بندوں سے

اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ رِدَائِیْ قَصَمْتُہٗ

بڑائی میری چادر ہے جو اس میں گھسنے کی کوشش کرے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔

اور تیسری آیت جو حضرت حکیم الامت نے خطبات الاحکام میں عجب و کبر کے بیان میں تلاوت فرمائی وہ ہے :۔

اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا ۔

" اور یاد کرو جب جنگِ حُنین میں اپنی کثرت پر تم کو ناز ہوا تو وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی "

طائف اور مکہ کے درمیان میں ایک وادی ہے جس کا نام حنین ہے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری (ج ۴۔ صـ۱۵۲) میں تحریر فرماتے ہیں کہ غزوہ حُنین میں کافروں کی تعداد چار ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ لہٰذا بعض مسلمانوں کو اپنی کثرت پر کچھ نظر ہو گئی کہ ہم لوگ آج تعداد میں بہت زیادہ ہیں بس آج تو بازی مار لی آج تو ہم فتح کر ہی لیں گے اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ آج ہم کسی طرح مغلوب نہیں ہو سکتے یعنی اسباب پر ذرا سی نظر ہو گئی۔ اپنی کثرت تعداد پر کچھ ناز سا پیدا ہو گیا کہ ہم آج تعداد میں کفار سے بہت زیادہ ہیں، آج تو فتح ہو ہی جائے گی۔ چنانچہ شکست ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری شکست کی وجہ یہی ہے کہ تمہیں اپنی کثرت بھلی معلوم ہوئی اور ہماری نصرت سے نظر ہٹ گئی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب انہوں نے توبہ و استغفار کی تو دوبارہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم آگیا۔ پھر فوراً مدد آگئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے دوبارہ فتح مبین نصیب فرمائی۔

کبھی بڑائی بڑے خفیہ طور سے دل میں آجاتی ہے خود انسان کو پتہ نہیں چلتا کہ میرے دل میں تکبر ہے۔ کبھی آدمی کے دل میں بڑائی ہوتی ہے اور زبان پر تواضع ہوتی ہے کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے منہ سے اپنی خوب حقارت بیان کرتے ہیں کہ میں کچھ نہیں ہوں صاحب۔ حقیر ناچیز بندہ ہوں۔ لیکن اگر کوئی کہہ دے کہ واقعی آپ کچھ نہیں ہیں، آپ حقیر بھی ہیں اور ناچیز بھی ہیں تو پھر دیکھئے ان کا چہرہ فق ہو جاتا ہے کہ نہیں اور دل میں ناگواری محسوس ہوگی۔ یہی دلیل ہے کہ یہ دل میں اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھتا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کی زبانی تواضع بھی تکبر سے پیدا ہوتی ہے

کہ اس کو اپنی بڑائی کا ذریعہ بناتے ہیں تاکہ لوگوں میں خوب شہرت ہو جائے کہ فلاں صاحب بڑے متواضع ہیں اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اس تواضع اور خاکساری کا منشا تکبر اور حب جاہ ہے چنانچہ اگر لوگ اس کی تعظیم نہ کریں تو اس کو ناگواری ہوتی ہے۔ یہی دلیل ہے کہ یہ تواضع اللہ کے لئے نہیں تھی ورنہ لوگوں کی تعظیم اور عدم تعظیم اس کے لئے برابر ہوتی۔

اس لئے یہ بڑائی بہت دن کے بعد دل سے نکلتی ہے۔ تکبر کا مرض بہت مشکل سے جاتا ہے۔ اسی بڑائی کو نکالنے کے لئے بزرگانِ دین، مشایخ اور اللہ والوں کی صحبت اٹھانی پڑتی ہے۔ شیخ کے ساتھ ایک زمانہ گذارا جاتا ہے پھر وہ رگڑ رگڑ کر بڑائی نکال دیتا ہے اور خصوصاً وہ شیخ جو ذرا تیز بھی ہو یعنی ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتا ہو پھر تو وہاں بہت جلد بڑائی نکل جاتی ہے۔ جیسے ہمارے میر صاحب کا شعر ہوا ہے۔ میر صاحب کو پچھلے جمعہ کو بھرے مجمع میں جو ڈانٹ پڑی تو انہوں نے ایک شعر کہا ؎

ہائے وہ خشمگیں نگاہ قاتلِ کبر و عجب و جاہ

بھرے مجمع میں جب شیخ ڈانٹ دیتا ہے، اُستاد ڈانٹ دیتا ہے تو کیسی اصلاح ہوتی ہے جس کو بہت عمدہ تعبیر کیا ہے ماشاء اللہ نظر نہ لگے ان کو

ہائے وہ خشمگیں نگاہ قاتلِ کبر و عجب و جاہ
اس کے عوض دلِ تباہ میں تو کوئی خوشی نہ لوں

شیخ کی غضبناک نگاہیں قاتلِ کبر و عجب و جاہ ہیں، وہ عجب و کبر اور جاہ کو قتل کر دیتی ہیں، اس کے عوض دل تباہ یعنی اے دلِ تباہ! اس کے بدلہ میں مجھے دنیا کی کوئی خوشی نہیں چاہئے۔ یہ بڑی عظیم الشان نعمت ہے کہ جس کا نفس مٹ جائے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت مجددِ الملت حضرت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو ایک پرچہ پر اپنی حاضری کا مقصد ایک شعر میں لکھ کر بھیج دیا وہ شعر یہ تھا ؎

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے دَر پر میں لایا ہوں
مٹا دیجئے مٹا دیجئے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

اپنے نفس کو مٹانا یہی سلوک کا حاصل ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی کا علم معمولی نہیں تھا۔ مشرقِ وسطیٰ میں جس کو آپ مڈل ایسٹ کہتے ہیں ان کے علم کا غلغلہ مچا ہوا تھا۔ زبردست خطیب، بہترین ادیب، بہترین عربی داں، عربی ان کے لئے ایسی تھی جیسی ہماری آپ کی اُردو، بلکہ ان کی اُردو سے بھی زیادہ ان کی عربی اچھی تھی۔ اس کے باوجود جب حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت تصوف کس چیز کا نام ہے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ آپ جیسے فاضل کو مجھ جیسا طالب علم کیا بتا سکتا ہے البتہ جو اپنے بزرگوں سے سُنا ہے اسی سبق کی تکرار کرتا ہوں یعنی اسی کو دوبارہ دُہرا دیتا ہوں۔ دیکھئے یہ تھی حضرت کی شانِ فنائیت و تواضع، فرمایا کہ آپ جیسے فاضل کو مجھ جیسا طالب علم کیا بتا سکتا ہے اتنا بڑا مجددِ زمانہ اور آفتابِ علم اکابر علماء کا شیخ اپنے کو طالب علم کہہ رہا ہے۔

تکرار کے معنی اُردو میں جھگڑے کے آتے ہیں، اگر آپ کسی گاؤں میں جائیں تو آپ یہ کبھی نہ کہیئے کہ میں تکرار کرنا چاہتا ہوں۔ طالب علم تو اپنی کتاب کے سبق کو دوبارہ دُہرانے کو تکرار کہتے ہیں، تکرار کے معنی ہیں بار بار۔ لیکن کیونکہ جھگڑے میں بھی بار بار ایک دُوسرے کو وہی ایک بات کہتا ہے کہ تو اُلّو گدھا، دُوسرا کہتا ہے تو اُلّو گدھا۔ کیونکہ ایک لفظ کا بار بار تکرار ہوتا ہے اس لئے جھگڑے کا نام بھی تکرار رکھ دیا۔ کہتے ہیں کہ صاحب آج تو لالو کھیت میں دو آدمیوں میں تکرار ہو گئی۔ لیکن علمی ماحول میں تکرار کے معنی ہیں سبق کا دُہرانا۔

تو حضرت نے فرمایا کہ میں اسی سبق کو دُہراتا ہوں، وہ کیا سبق ہے؟ اس سبق کا حاصل اور خلاصہ کیا ہے؟ اپنے کو مٹا دینا۔ فرمایا تصوف نام ہے اپنے کو مٹا دینے کا۔ جس دن یہ یقین ہوجائے کہ میں کچھ نہیں بس اُس دن وہ سب کچھ پاگیا۔ جس کو یہ احساس ہُوا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں اس کو سب کچھ مل گیا اور یہ کب ہوتا ہے؟ جب دل میں اللہ کی عظمت کا آفتاب بلند ہوتا ہے تب تکبر کے ستارے فنا ہوتے ہیں۔ جب شیر سامنے آتا ہے تب جنگل کی لومڑیوں کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ کبر و عجب لومڑیاں ہیں جب شیر سامنے نہیں ہوتا تو اکڑتی پھرتی ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا شیر دل میں غرّائے اور اللہ اپنی محبت کا سُورج دل میں چمکائے اس وقت میں بندہ کیسے اترائے! جس دل پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا انکشاف ہوجاتا ہے پھر وہ تکبر نہیں کرسکتا۔

مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانویؒ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ ان کی مجلس کو جن لوگوں نے دیکھا ہے بتاتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت کی مجلس کی بالکل نقل تھی وہ فرماتے ہیں کہ دیکھو حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا

کہ جب بادشاہ کسی بستی میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو اس کو برباد کر دیتے ہیں

وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ

اور اس کے معزز لوگوں کو گرفتار کر لیتے ہیں ذلیل کر دیتے ہیں۔ یعنی بڑے بڑے لوگوں کو بڑے بڑے سرداروں کو گرفتار کر لیتے ہیں تاکہ کبھی بغاوت نہ کر سکیں۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جس کے قلب میں اپنی عزت کا اور اپنی عظمتوں کا جھنڈا لہراتے ہیں، جس کے دل کی بستی کو اپنے لئے قبول فرماتے

ہیں اس دل کے کبر کے چوہدری کو عجب کے چوہدری کو ریاء کے سردار کو گرفتار کر لیتے ہیں۔ اس کے نفس کو مٹا دیتے ہیں۔ لہٰذا کبر اور نسبت مع اللہ جمع نہیں ہو سکتے۔ وہ شخص ہرگز صاحبِ نسبت نہیں ہو سکتا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو۔

اس لئے حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ اشرف علی تمام مسلمانوں سے ارذل ہے، سارے مسلمانوں سے کمتر ہے فی الحال۔ یعنی اس حالت میں بھی سب مسلمان مجھ سے اچھے ہیں کیونکہ کیا معلوم کہ کس کی کیا خوبی اللہ کے یہاں پسند ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے اور فرمایا کہ تمام کافروں سے اور جانوروں سے میں بدتر ہوں فی المآل یعنی انجام کے اعتبار سے۔ یہ دو جملے خوب یاد کر لیجئے کہ میں تمام مسلمانوں سے بدتر ہوں فی الحال۔ اس موجودہ حالت میں میں تمام مسلمانوں سے بُرا ہوں۔ دلیل کیا ہے؟ دلیل یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کے کسی ادنیٰ فعل سے خوش ہو جائے اور اس کے تمام بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر دے۔ اور دوسری دلیل کیا ہے کہ ہو سکتا ہے میری کسی بات سے اللہ ناراض ہو اور میری تمام نیکیوں پر پانی پھیر دے۔ یہ دو جملے بہت عجیب ہیں۔ ان میں تکبر کا علاج بھی ہے جو اپنے آپ کو اتنا حقیر سمجھے گا اس میں تکبر نہیں آسکتا کہ تمام مسلمانوں سے بدتر ہوں فی الحال اور تمام کافروں سے اور جانوروں سے بدتر ہوں فی المآل۔ یعنی انجام کے اعتبار سے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی کا خاتمہ خراب ہو جائے اور جس کا خاتمہ خراب ہو گیا کفر پر مر گیا تو جانور بھی تو اس سے اچھا ہوا کیونکہ جانور سے کوئی حساب کتاب نہیں اور موت سے پہلے اپنے کو کافر سے بدتر کیسے سمجھیں؟ اس کا طریقہ کیا ہے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کافر جس کو ہم حقیر سمجھتے ہیں اس کا ایمان پر خاتمہ ہو جائے۔ آخر میں وہ کلمۂ اسلام قبول کر

لے۔ اس لئے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں بودنش باشد امید

کسی کافر کو بھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو کیونکہ مرنے سے پہلے ابھی اس کے مسلمان ہونے کی امید باقی ہے۔ لیکن حقیر نہ سمجھنے کے معنی یہ نہیں کہ اس کے کفر سے نفرت نہ کی جائے، حقیر سمجھنا اور ہے لیکن کفر سے نفرت کرنا واجب ہے۔ کفر سے، فسق سے، اللہ کی نافرمانی سے نفرت کرنا ہر مسلمان کے لئے واجب ہے، لیکن کافر اور فاسق کو حقیر سمجھنا حرام ہے، نفرت کرنا واجب اور حقیر سمجھنا حرام۔ کوئی کہے کہ صاحب یہ تو مشکل مسئلہ ہے۔ نہیں! بالکل آسان ہے، اگر کوئی شہزادہ منہ پر روشنائی لگالے تو آپ شہزادہ کو حقیر سمجھیں گے یا روشنائی سے نفرت کریں گے؟ ظاہر بات ہے کہ روشنائی سے نفرت کریں گے، کیونکہ ممکن ہے کہ ابھی صابن سے منہ دھو کر پھر روشن چہرہ کے ساتھ آسکتا ہے۔ ایسے ہی کافر کے کفر سے تو ہم کو نفرت ہے لیکن اس کو حقیر سمجھنا حرام ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ابھی کلمہ پڑھ کر یہ ولی اللہ ہو جائے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ جو صاحبِ نسبت ہیں وہ تو سارے جہان سے اپنے کو بدتر سمجھتے ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر (ج ۱۶ صفحہ ۱۷۲) میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ اچانک حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے ہوئے دکھائی دئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذَا اَبُوْذَرٍ قَدْ اَقْبَلَ یہ جو آرہے ہیں ابوذر غفاری ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَوَتَعْرِفُوْنَهٗ؟ کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟ آپ تو آسمانی مخلوق ہیں، مدینہ کے لوگوں کو آپ

کیسے جان گئے؟ ابوذر غفاری کو آپ نے کیسے پہچان لیا؟ عرض کیا هُوَ أَشْهَرُ عِنْدَ نَا مِنْهُ عِنْدَ كُمْ مدینہ میں ان کی جتنی شہرت ہے اس سے زیادہ یہ آسمان میں ہم فرشتوں کے درمیان مشہور ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بِمَا ذَا نَالَ هٰذِهِ الْفَضِيْلَةَ ؟ یہ فضیلت ان کو کیسے ملی؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان کو یہ فضیلت دو اعمال سے ملی ہے ایک تو قلبی ہے اور ایک قالبی۔ ایک دل کا عمل ہے اور ایک جسم کا عمل ہے۔ دل کا عمل کیا ہے؟ لِصِغَرِهٖ فِيْ نَفْسِهٖ یہ دل میں اپنے کو بہت حقیر سمجھتے ہیں، اللہ کو یہ ادا بہت پسند ہے، جو بندہ اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے حقیر سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آتی ہے کہ میرا بندہ بندگی کا حق ادا کر رہا ہے، بندہ ہو کر اکڑے، غلام ہو کر اکڑے یہ بات بندگی کے خلاف ہے۔

اور دُوسرا عمل ان کا یہ ہے وَكَثْرَةِ قِرَاءَتِهٖ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ : کہ یہ قل ھو اللہ (سُورۃ اخلاص) کی تلاوت بہت کرتے ہیں۔ ان دو اعمال کی برکت سے ان کی آسمان کے فرشتوں میں شہرت ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ مسجد میں تھے۔ کسی نے اعلان کیا کہ اس مسجد میں جو سب سے زیادہ نالائق بدترین گنہگار اور سب سے بُرا انسان ہو وہ جلدی سے مسجد کے باہر آجائے۔ اس مسجد میں جتنے نمازی تھے ان میں جو سب سے بڑے بزرگ تھے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے وہ باہر آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں میں ہی بدترین مسلمان ہوں۔ اللہ اکبر! یہ شان تھی! ۔ آج ہم دو رکعت پڑھ لیں، ذرا سی تلاوت کرلیں، تھوڑی سی نفلیں پڑھ لیں بس سمجھ گئے کہ ہم ٹھیکیدار ہیں جنت کے اور سب کو حقیر سمجھنے لگے کہ ہمارے مقابلہ میں کوئی کچھ نہیں۔ ایک یہ اللہ والے تھے کہ سب سے زیادہ اپنے کو حقیر سمجھتے تھے

اس وقت کے بزرگ حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خبر دی کہ آج جنید نے یہ کام کیا ہے۔ فرمایا کہ اسی چیز نے تو جنید کو جنید بنایا ہے یعنی اپنے کو سب سے حقیر سمجھتے ہیں جب ہی تو وہ اس مرتبہ کو پہنچے ہیں۔ ؎

ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اولیاء اللہ فرشتوں سے اس وجہ سے بازی لے جاتے ہیں، فرشتوں سے زیادہ ان کو عزت اس لئے ملتی ہے کہ اپنے کو کتوں سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔ یہ کون کہہ رہا ہے؟ شیخ شہاب الدین سُہروردی کا پہلا خلیفہ، سلسلۂ سُہروردیہ کا پہلا خلیفہ حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اور فرمایا کہ میرے شیخ، سُہروردیہ سلسلہ کے شیخ اوّل حضرت شہاب الدین سہروردیؒ مجھے دو نصیحت فرماتے تھے۔ ؎

مرا شیخ دانائے فرخ شہاب
دو اندرز فرمود از روئے تاب

میرے عقلمند شیخ فرخ شہاب نے مجھے دو موتی نصیحت کے عطا فرمائے۔

یکے آں کہ بر غیر بدبیں مباش

پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ کسی کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو۔ کسی کو حقیر مت سمجھو۔

دوم آں کہ بر خویش خوش بیں مباش

دُوسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے اُوپر استحسان کی نظر مت ڈالو کہ میں اچھا ہوں، اپنے کو اچھا مت سمجھو، یہ دو قیمتی نصیحت فرمائی کہ دُوسروں پر بُرائی کی نظر نہ ڈالو، اور اپنے پر بھلائی کی نظر نہ ڈالو، یعنی دُوسروں کو بُرا نہ سمجھو اور اپنے کو اچھا نہ سمجھو۔

سیدالطائفہ سیدالاولیاء، امیرالاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے تھے کہ اس وقت جتنے اولیاء ہیں سب کی گردن پر میرا قدم ہے۔ وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ اللہ نے ان کو وہ درجہ دیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں ؎

گہے فرشتہ رشک برد بر پاکئ ما
گہہ خندہ زند دیو بہ ناپاکئ ما

کبھی تو میں اپنے کو فرشتوں سے افضل پاتا ہوں، فرشتہ میری پاکی پر رشک کرتا ہے اور کبھی میری نالائقی پر شیطان بھی ہنستا ہے۔

ایماں چو سلامت بہ لب گور بریم
اَحْسَنْتُ بریں چستی و چالاکئ ما

جب میں ایمان کو سلامتی کے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا تب اپنی چستی و چالاکی کی تعریف کروں گا۔ اس وقت اپنی تہجد و نوافل پر خوش ہوں گا کہ الحمدللہ میں کامیاب ہو گیا۔ نتیجہ نکلنے سے پہلے، رزلٹ آؤٹ ہونے سے پہلے جو طالب علم غرور و شیخی کرتا ہے انتہائی بے وقوف ہے، جب خاتمہ ایمان پر ہو جائے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمادیں کہ جاؤ جنت میں، میں تم سے راضی ہوں، خوش ہوں، پھر جتنا چاہو اُچھلو کودو، اور اُچھلتے کودتے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ لیکن ابھی کیا پتہ ہے کہ ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے۔ ابھی کس بات پر اپنے کو بڑا سمجھیں، ابھی کس منہ سے اپنی تعریف کریں، کیا منہ ہے ہمارا کہ دُنیا میں اپنی تعریف کریں۔ ابھی تو فیصلہ کا انتظار ہے۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

تکبر کے علاج کے لئے حضرت حکیم الامتؒ کا ایک ہی جُملہ کافی ہے۔ حضرت حکیم الامت کا وہ جملہ یاد کر لیجئے کہ اتنا بڑا مجدد زمانہ، ڈیڑھ ہزار کتابوں کا

مصنف ، بڑے بڑے علماء کا شیخ ، فرماتا ہے کہ اشرف علی ہر وقت غمگین رہتا ہے کہ نہ جانے قیامت کے دن اشرف علی کا کیا حال ہوگا ؟

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام فخرالدین رازی نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کا انتقال ہو رہا تھا ۔ لوگ انہیں کلمہ کی تلقین کر رہے تھے کہ کلمہ پڑھ لیں ۔ اتنے میں انہوں نے کہا کہ ابھی نہیں ، ابھی نہیں ، جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ حضرت ہم تو آپ کو کلمہ پڑھا رہے تھے لیکن آپ ابھی نہیں ، ابھی نہیں ، کیوں کہہ رہے تھے ، فرمایا کہ شیطان مجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ تو نجات پا گیا ، میرے ہاتھ سے نکل ، میں یہ کہہ رہا تھا کہ ابھی تو رُوح جسم میں ہے ابھی میں نے تجھ سے نجات نہیں پائی ، جب کلمہ پر میرا خاتمہ ہو جائے اور رُوح کلمہ لے کر ایمان کے ساتھ جسم سے الگ ہو جائے اس وقت میں تجھ سے نجات پاؤں گا ۔ تو میں شیطان سے کہہ رہا تھا کہ ابھی نہیں ، ابھی نہیں ، ابھی جسم میں جان باقی ہے ، ابھی تو مجھ کو بہکا سکتا ہے ۔

اور ایک عالم سے کہا کہ تم اپنے علم سے بچ گئے ۔ اس اللہ والے عالم نے کہا کہ ارے اپنے علم سے نہیں اللہ کی رحمت سے بچ گیا ۔ کہا کہ کمبخت جاتے جاتے بھی مجھے چکر دے رہا ہے کہ اپنے علم سے بچ گئے تاکہ میری نظر اپنے علم پر ہو جائے اور اللہ پر نہ رہے ، دیکھئے اس طرح یہ خبیث خاتمہ خراب کرانا چاہتا ہے فوراً فرمایا کہ میں علم سے نہیں بچا اے خدا آپ کی رحمت سے بچا ہوں اور شیطان سے کہا کہ مردود بھاگ جا یہاں سے ، جس پر اللہ کا کرم ہو شیطان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ۔ اور یہ کرم انہیں کو ملتا ہے جو سارے جہان سے زیادہ اپنے کو حقیر سمجھتے ہیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مُبارک ہے جس کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نے خطبات الاحکام میں حضرت امام بیہقیؒ سے نقل فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَّفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَّفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۳۴)

فرماتے ہیں مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ جو اللہ کے لئے اپنے نفس کو مٹاتا ہے جس نے اللہ کے لئے تواضع اختیار کی، اپنے نفس کو مٹایا۔ رَفَعَهُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ اس کو بلندی دیتا ہے فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ بس وہ اپنے نفس میں حقیر ہوتا ہے تواضع کی وجہ سے اپنے دل میں تو اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے، لیکن اس فنائیت کی برکت سے اللہ اس کو لوگوں کی نظر میں عظیم کر دیتا ہے، عزت دیتا ہے تمام مخلوق میں اس کی عظمت اور بڑائی ڈال دیتا ہے وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ اپنے نفس میں تو اپنے کو حقیر سمجھا مگر اس تواضع کا کیا انعام ملا؟ تمام لوگوں میں اس کو عظمت عطا ہو گئی ساری دنیا کے انسانوں میں اللہ تعالیٰ اس کو عظمت دیتے ہیں۔

وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ اور جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں اور جس کو خدا گرائے اس کو کون اٹھائے۔ ہے کسی میں دم کہ جس کو خدا گرا دے پوری کائنات میں اس کو کوئی اٹھا دے، جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو پوری کائنات میں کوئی عزت نہیں دے سکتا کیونکہ جو بندہ اپنے کو بڑا سمجھتا ہے حقیقت میں وہ بڑا نہیں ہے جس کا مادۂ تخلیق باپ کی منی اور ماں کا حیض ہو وہ کیسے بڑا ہو سکتا ہے؟ اس لئے وَمَنْ تَكَبَّرَ فرمایا۔ تکبر باب تفعّل سے ہے جس میں خاصیت تکلّف کی ہوتی ہے یعنی وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے بڑا

نہیں ہے بہ تکلف بڑا بن رہا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں یا ذلیل کر دیتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے جب یہ صفت آتی ہے تو وہاں اس کے یہ معنی نہیں ہوں گے۔ قرآن پاک میں ہے "اَلْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ" عزیز معنی طاقت والا، جبار کے معنی ظالم کے نہیں ہیں جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں بڑا ظالم ہے جابر ہے، جبار کے معنی ہیں ٹوٹی ہڈی کو جوڑنے والا اور اپنے بندوں کی بگڑی بنانے والا (روح المعانی پ۲۸ ص۶۳) اَلَّذِیْ یُصْلِحُ اَحْوَالَ خَلْقِہٖ بِقُدْرَتِہِ الْقَاہِرَۃِ، جو اپنے بندوں کی ہر حالت کو بنانے پر قادر ہو۔ انتہائی خراب حالت کسی بندہ کی ہو تو اس کی منتہائے تباہی اور منتہائے تخریب کو اللہ تعالیٰ کے ارادۂ تعمیر کا نقطۂ آغاز کافی ہے بس وہ ارادہ فرمالیں کہ مجھے اپنے اس بندہ کو سنوارنا ہے وہ اسی وقت اللہ والا بن جائے گا۔

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں متکبر کے معنی صاحبِ عظمت کے ہیں۔ اگرچہ یہ باب تفعّل سے لیکن تکلّف کی خاصیت جو کہ عموماً باب تفعّل کا خاصہ ہے یہاں ہرگز جائز نہیں ہوگی بلکہ یہاں نسبت الی المأخذ ہے یعنی صاحبِ عظمت (پ۲۸ ص۶۳) اللہ تعالیٰ عظمت والے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ متکبر کا ترجمہ ہمیشہ صاحبِ عظمت کیا جائے گا کیونکہ بڑائی صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہے سوائے اللہ کے کوئی بڑا نہیں ہے اور جو بندہ اپنے کو بڑا بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کو گرادیں گے۔

میرے دوستو! جسے خدا گرائے اُسے کون اٹھا سکتا ہے، ہاتھی خدا کی ایک مخلوق ہے وہ اگر کسی انسان کو سُونڈ میں لپیٹ لے اور اسے گرانا چاہے تو محمد علی کلے بھی گریں گے، رستم بھی گرے گا، بڑے سے بڑا پہلوان بھی گرے گا

جب ایک مخلوق کی طاقت کا یہ حال ہے تو حق تعالیٰ کی قدرت کا کیا عالم ہوگا !
پس جس کو خدا گرائے اس کو کون اُٹھائے اور جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے اور جس کو اللہ نہ رکھے اس کو ساری دُنیا چکھے، یہ آخری جملہ میرا اضافہ ہے، پُرانا محاورہ یہ ہے کہ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے، اختر نے یہ اضافہ کر دیا کہ جس کو اللہ نہ رکھے ساری دُنیا اس کو چکھے یعنی جس کی حفاظت خدا نہ کرے وہ ساری دُنیا کے لات گھونسے کھائے گا۔ جہاں جائے گا ذلیل ہوگا۔ جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے، تکبر کرتا ہے اکڑ کے چلتا ہے اللہ اس کو گراتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، تکبر چھپا نہیں رہتا۔ کبر جب دل میں ہوتا ہے تو اس کی چال، اس کی رفتار، اس کی گفتار، اس کی زندگی کے ہر شعبہ میں اس کا تکبر شامل ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ متکبر انسان لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ ”فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ“ تمام دُنیا کے انسانوں میں اللہ اس کو ہلکا چھوٹا اور حقیر کر دیتا ہے۔ لوگ ہر طرف اسے کہتے ہیں کہ بہت ہی نالائق ہے بڑا متکبر ہے، اینٹھ کے چلتا ہے۔ ”وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ“ مگر اپنے دل میں وہ اپنے کو خوب بڑا سمجھتا ہے کہ میری عظمتوں سے لوگ واقف نہیں ہیں۔ میری عظمتوں کی لوگ قدر نہیں کرتے، میرے علم و عمل کو نہیں پہچانتے۔ اس قسم کی باتیں شیطان اس کے دل میں ڈال دیتا ہے سمجھتا ہے کہ بس ”ہم چنیں، ما دیگرے نیست“ مجھ جیسا کوئی دُوسرا نہیں ہے۔ ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ جو کہتا ہے کہ ہم چنیں، ما دیگرے نیست۔ وہ دراصل یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ”ہم چنیں“ ”ڈنگرے“ ”نیست“ کہ مجھ جیسا کوئی ڈنگر یعنی جانور نہیں ہے۔

تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ جو شخص اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اللہ اس کو گرا دیتا ہے پس وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور اپنے دل میں کبیر ہوتا ہے، یعنی اپنے دل میں وہ اپنے کو بڑا سمجھتا ہے لیکن ساری دُنیا کی نظروں میں

حقیر اور ذلیل ہوجاتا ہے، حَتّٰی لَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی نظروں میں کتے اور سؤر سے بھی زیادہ ذلیل کر دیتا ہے، ایسی خطرناک بیماری ہے یہ تکبر، اس کو سوچئے کہ یہ تو سمجھ رہا ہے کہ میں بہت بڑا ہوں، بڑی عزت والا ہوں، لیکن لوگوں کی نگاہوں میں کتے اور سؤر سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

اس لئے متکبر کے ساتھ تکبر صدقہ ہے، یعنی متکبر کے سامنے زیادہ تواضع اور خاکساری مت دکھائیے، دل میں تو اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ اس وقت بھی دل میں اپنی ہی حقارت پیشِ نظر ہو لیکن بظاہر اس کا زیادہ اکرام نہ کیجئے کیونکہ اگر اس کا زیادہ اکرام کیا جائے گا تو اس کا مرض تکبر اور بڑھ جائے گا۔

بادشاہ تیمور لنگ جو لنگڑا تھا جب تختِ شاہی پر بیٹھتا تھا تو مجبوراً ایک پیر پھیلا لیتا تھا۔ علامہ تفتازانیؒ جب اس کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے اپنی ٹانگ ان کی طرف کی ہوئی تھی وہ تو مجبور تھا لیکن یہ جب بیٹھے تو انہوں نے بھی اپنی ٹانگ بادشاہ کی طرف کر دی تیمور نے کہا کہ میں تو معذور ہوں مرا لنگ است یعنی میری ٹانگ میں لنگ ہے تو علامہ نے فرمایا کہ مرا ننگ است مجھے ننگ ہے یعنی مجھے غیرت آتی ہے کہ ایک جاہل میری طرف پاؤں پھیلائے اس میں میرے علم کی توہین ہے، بادشاہوں کے ساتھ یہ معاملہ تھا۔ علماء ایسے مستغنی ہوتے تھے۔

اور ایک بادشاہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بزرگ لیٹے ہوئے تھے، اُٹھ کے بھی نہیں بیٹھے، ایسے ہی لیٹے لیٹے اس سے ہاتھ ملا لیا۔ اس بادشاہ کا خادم شیعہ تھا۔ اس نے کہا کہ یہ آپ نے پیر پھیلا کر لیٹنا کب سے سیکھ لیا۔ فرمایا کہ جب سے میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا تو پیر پھیلانا سیکھ لیا۔ یعنی مخلوق کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا اس لئے اس کی خوشامد اور چاپلوسی سے مستغنی ہوں۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیماری بہت خطرناک ہے اور اس کے علاج کے لئے خانقاہوں کی ضرورت ہے۔ بڑے بڑے علماء نے اہل اللہ سے تعلق جوڑا کہ ہمارا نفس مٹ جائے اور مٹنے سے جو پھر ان کو مقبولیت عطا ہوئی، ایسی شہرت و عزت اللہ نے دی کہ قیامت تک ان کا نام زندہ رہے گا۔ تکبر سے عزت نہیں ملتی اور تکبر کا مقصد عزت حاصل کرنا ہی تو ہے لیکن اس راستہ سے خدا عزت نہیں دیتا بلکہ گردن مروڑ دیتا ہے اگر کسی کو عزت ہی لینی ہے تو اپنے کو مٹائیے پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کیسی عزت دیتا ہے لیکن یہ مٹانا عزت کے لئے نہ ہو بلکہ اللہ کے لئے ہو۔ مَنْ تَوَاضَعَ کے بعد لِلّٰهِ فرمایا اس کے بعد رَفَعَهُ اللّٰهُ ہے۔ معلوم ہوا کہ تواضع پر رفعت و عزت اس وقت ملے گی جب یہ تواضع اللہ کے لئے ہو۔ جس نے اللہ کے لئے اپنے کو گرا دیا اللہ اس کو عزت دیتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یہ نعمت صوفیاء کے اندر خاص ہوتی ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اپنے نفس کو مٹاتے چلے جاتے ہیں۔ بہت کچھ ہوتے ہیں لیکن اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کا شعر ہے ؎

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ فرماتے ہیں ؎

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

ہمارے بزرگوں نے اپنے کو مٹا کر دکھا دیا اور ہم کو بندگی و عبدیت کا سبق دے گئے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ میں تشریف لے جا رہے تھے، حضرت حکیم الامت کے خلیفہ حکیم مصطفیٰ صاحب

نے دوڑ کر بھنگی سے کہا کہ میرا پیر آرہا ہے جھاڑو مت لگاؤ گرد لگ جائے گی، حضرت نے دیکھ لیا، بہت ڈانٹا، فرمایا کہ حکیم مصطفےٰ صاحب! میں کوئی فرعون نہیں ہوں، وہ میونسپلٹی کا ملازم ہے، اپنی سرکاری ڈیوٹی پر ہے آپ کو شرعاً ہرگز جائز نہیں کہ اشرف علی کے لئے اس کو سرکاری ڈیوٹی سے منع کریں۔ وہ اپنی سرکاری ڈیوٹی کی تنخواہ لیتا ہے، ہمارا ہرگز حق نہیں بنتا کہ اس کے کام میں خلل ڈالیں، دیکھئے یہ تھے اللہ والے، سُبحان اللہ! سُبحان اللہ!

یہ عرفانِ محبت ہے، یہ بُرہانِ محبت ہے
کہ سُلطانِ جہاں ہوکر بھی بے نام ونشاں رہنا

اور ایک شخص نے حضرت کو عبا پیش کیا۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ عبا کیا ہے؟ وہ جُبّہ جو عُلماء جمعہ کے دن پہنتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے بھائی یہ بڑے لوگوں کا لباس ہے میں نہیں پہنوں گا، میرا کرتا پاجامہ ہی ٹھیک ہے اس نے کہا کہ حضرت آپ بھی تو بڑے ہیں، فرمایا میں کیا بڑا ہوں ابھی تو میرے ایک خُلق کی بھی اصلاح نہیں ہوئی، یہ ہیں اللہ والے جو اپنے کو اتنا حقیر سمجھتے ہیں اور یہی ان کی بڑائی کی دلیل ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک ہندو چمار کو جو ہندوستان میں زمینداروں کی زمین پر کاشتکاری کرتے ہیں غصہ میں کچھ زیادہ بات کہہ دی پھر جا کر اس کافر سے معافی مانگی کہ قیامت کے دن کیا پتہ کیا حال ہوگا۔ زمینداروں نے کہا کہ آپ زمینداری نہیں کر سکتے یہاں تو چماروں کو ماں بہن کی گالی دی جاتی ہے ان کو تو بے گناہ دس ڈنڈے لگاؤ تب یہ ٹھیک رہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں ایسی زمینداری نہیں کر سکتا کہ کل قیامت کے دن میرا حال بگڑ جائے۔

لوگوں نے یہاں تک ستایا کہ آخر میں حضرت نے ترکِ وطن فرمایا۔ اپنا گاؤں ہی چھوڑ دیا اور آ کر اعظم گڈھ کی تحصیل پھولپور میں رہنے لگے اور جب مدرسہ قائم کیا تو حضرت کے پاس کچھ نہیں تھا۔ آٹھ دس فٹ کا ایک گڑھا کھودا اور اس میں بال بچوں کو لے کر رہے، دوپہر کو اس کے اُوپر چٹائی ڈال لیتے تھے۔ پیشاب پاخانے کے لئے کھیت میں جاتے تھے کوئی مکان نہیں تھا۔ سوچئے کتنا مجاہدہ کیا ہوگا۔ جب ان بزرگوں کے مجاہدات سامنے آتے ہیں تو رونا آجاتا ہے۔ جب بارش ہوئی تو گڑھے میں پانی بھر گیا۔ جو نشیمن تھا وہ بھی اُجڑ گیا، پھر قصبہ میں جا کر دو چار روز پناہ لی۔ اس طرح ابتدا ہوتی ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ پہلے ہی روز قالین آجائے، پہلے ہی سب کچھ بن جائے، مدرسہ چٹائیوں سے شروع ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ بنوا دیتا ہے، اخلاص کے ساتھ ٹوٹی ہوئی چٹائیاں بھی اللہ کے یہاں قبول ہیں اور اخلاص نہ ہو تو بڑی بڑی عمارتیں بے کار ہیں اللہ کے یہاں ان کی کوئی قیمت نہیں۔

تو ہمارے بزرگوں نے ایسے ایسے مجاہدات کئے اپنے کو مٹایا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے کیسا نوازا۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ کے بارے میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا تھا کہ ہمارے مولوی عبدالغنی صاحبؒ کو ذکر اللہ نے بالکل مٹا دیا ہے کوئی ان کو دیکھے تو پہچان نہیں سکتا کہ یہ عالم بھی ہیں۔ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ صُوفیا کی یہی ادا خاص ہے کہ وہ اپنے نفس کو مٹاتے ہیں بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے، جیسا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں ؎

یہ فیضانِ محبت ہے یہ احسانِ محبت ہے
سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہنا

قیامت ہے ترے عاشق کا مجبورِ بیاں رہنا
زباں رکھتے ہوئے بھی اللہ اللہ بے زباں رہنا

کیا شعر ہے سُبحان اللہ! اور فرمایا ؎

نہیں رہتے ہیں ہم کیوں چاہئے ہم کو جہاں رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہاں رہنا وہاں رہنا

ہوٹل میں چائے پی لی، اخبار پڑھ لیا۔ یہاں بیٹھ گئے۔ وہاں بیٹھ گئے یہ تو زندگی ضایع کرنا ہے، ارے رہنا وہ ہے جو اللہ کے ساتھ رہنا ہو، ہر وقت باخدا رہنا ہو، خدائے تعالیٰ کے ساتھ ہماری جان اور ہمارا دل چپکا رہے، کسی وقت ان سے غفلت نہ ہو۔ یہ شعر میں نے لندن کے ایک مہمان حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے برادرِ نسبتی ڈاکٹر محمود شاہ کو سُنایا جو ہردوئی آئے ہوئے تھے فرمایا کہ دو گھنٹے کے وعظ کا جو اثر ہوتا ہے اس شعر نے مجھ پر وہ اثر کیا ہے۔ ؎

نہیں رہتے ہیں ہم کیوں چاہئے ہم کو جہاں رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہاں رہنا وہاں رہنا

جہاں رہنے کا کیا مطلب ہے؟ یعنی اللہ والا بن کر رہو، جو سانس خدا کی یاد میں گذر جائے اسی کو زندگی سمجھو، میرا ایک شعر ہے ؎

وہ مرے لمحات جو گذرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

جو سانس اللہ کی یاد میں گذر جائے وہی زندگی کا حاصل اور نچوڑ ہے ورنہ سب ختم، باقی ساری چیزیں فانی ہیں، یہ بڑی بڑی وزارتیں، کمشنریاں، یہ بڑے بڑے تاج و سلطنت جب قبر کے نیچے جنازہ اُترے گا تب ان کی حقیقت کھلے گی، تب پتہ چلے گا کہ ساتھ کیا لے کر آئے، وہی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

سلاطینِ مُغلیہ کو خطاب کرتا ہے، یہ تھے اللہ والے جو بادشاہوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ فرماتے ہیں ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش

اے تخت و تاج کے مالکان! اے سلطنتِ مُغلیہ کے وارثو! سُن لو کہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سینہ میں ایک دل رکھتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے جواہر پارے اور موتی چھپے ہوئے ہیں

کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

ولی اللہ جو سلطنت رکھتا ہے اس کے مقابلہ میں تمہاری کیا سلطنت ہے! آسمان کے نیچے مجھ سے بڑا رئیس اور مجھ سے بڑا سلطنت والا کوئی ہو تو آئے۔ دہلی کی جامع مسجد میں سلاطین مغلیہ کے سامنے یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔ دوستو! غریبوں کو ہم خطاب کرلیں یہ بات کچھ مشکل نہیں، لیکن ایک مولوی منبر پر بیٹھ کر بادشاہوں کو اس طرح سے خطاب کرے یہ بات اس وقت نصیب ہوتی ہے جب کوئی دولت سینہ میں ہوتی ہے، جس کے سامنے بادشاہوں کے تخت و تاج ہیچ نظر آتے ہیں تب یہ توفیقِ خطابت ہوتی ہے۔

حاصل اس شعر کا یہ ہے کہ مرنے کے بعد تمہارے تخت و تاج کہیں ہوں گے تمہارے سر کے بال کہیں ہوں گے، کان کہیں ہوں گے جسم کہیں ہوگا۔ دُنیا والوں کی کمائی دنیا ہی میں کام آتی ہے حالانکہ پردیس کی کمائی وطن میں کھائی جاتی ہے، دُنیا کے پردیس سے نیک اعمال کی کرنسی وطنِ آخرت بھجوا دی جائے اصل کمائی یہ ہے، باقی سب فکر چھوڑ دو کہ بچوں کا کیا ہوگا۔ بچوں کی فکر میں اتنا غمگین مت ہو جاؤ کہ اللہ کی یاد میں اور اللہ والوں کی صحبت میں کم بیٹھو، اس لئے کہ اگر اللہ کو منظور نہیں ہے تو ہماری کمائی نیلام ہو جائے گی اور بچے مقروض کے مقروض رہیں گے

آپ نے نہیں دیکھا کہ بہت سے لوگ بچوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے لیکن وہ بچے اپنی نالائقی اور نافرمانی کی وجہ سے شراب و کباب اور بدمعاشیوں کی وجہ سے ایسی بلا میں مبتلا ہوئے کہ جو کچھ ان کے پاس تھا سب ختم ہوگیا، باپ کی محنت والی کمائی مفت میں گنوائی۔

اس لئے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اولاد کا غم مت کرو اپنے اللہ کو راضی کرو اور اولاد کو نیک بنانے کی کوشش کرو، اگر یہ نیک ہوں گے تو اللہ خود ان کی مدد کرے گا اور اگر نافرمان ہوں گے تو تمہاری کمائی ان کے کچھ کام نہ آئے گی اور بُرے مصرف میں جائے گی اور اگر تم محنت کر کے اللہ والے بن گئے تو تمہاری نیکیوں سے تمہاری اولاد پر بھی رحمت ہوگی۔

مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور نے فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ
وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا

اور وہ دیوار جو دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے خزانہ چھپا ہوا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم دیا کہ یہ دیوار سیدھی کر دو کہیں گر نہ جائے۔

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا

پس آپ کے رب نے ارادہ کیا کہ یہ دیوار اس وقت تک قائم رہے جب تک یہ بچے بالغ نہ ہو جائیں اور اپنا خزانہ لے لیں۔ دیکھئے یہ رعایت ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ غیب سے ان یتیم بچوں کی مدد کر رہا ہے، تو فرماتے ہیں کہ میں نے ان بچوں کی مدد کیوں کی وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا کیونکہ ان کا باپ نیک تھا اور باپ کون سا تھا كَانَ الْاَبُ السَّابِعُ (روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۳) ساتواں باپ تھا۔ اللہ تعالیٰ

ایسے کریم باوفا ہیں کہ جو اُن کا بن جائے اس کی سات پُشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں۔ اس لئے دوستو! سب سے مُبارک مسلمان وہ ہے جو اپنے اللہ کو راضی کر لے اور ہر وقت اس غم اور فکر میں مبتلا رہے کہ سر سے پیر تک میرا کوئی شعبۂ حیات اللہ کی نافرمانی میں نہ ہو۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ تکبر کا مرض اتنا خطرناک مرض ہے کہ ایک شخص تہجد پڑھتا ہے، اشراق پڑھتا ہے، تبلیغ میں چلے لگاتا ہے، بخاری شریف پڑھاتا ہے مگر جب مرا تو دل میں تکبر لے کر گیا قیامت کے دن اس کا کیا حال ہوگا وہ حدیث سُن لیجئے، مُسلم شریف کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنْ کِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَنَعْلُہٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔

(صحیح مسلم ج ۱۔ ص ۶۵)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ یعنی جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی بڑائی ہوگی ایسا شخص جنت میں نہ جائے گا۔

یہ وہ زبردست ایٹم بم ہے کہ سو برس کا تہجد، سو برس کی زکوٰۃ، سو برس کے حج اور عمرے، سو برس کی نفلیں اور تلاوت، سو برس کی عبادت، ساری زندگی کے اعمال کو ہیروشیما کر دیتا ہے جیسے ایٹم بم کا وہ ذرہ جس نے جاپان کے ہیروشیما کو تباہ کیا تھا یہ تکبر کا ذرہ تمام عبادات کو ضایع کر دیتا ہے یہ ایسا ایٹم بم ہے کہ سارے اعمال ضایع۔

اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل نہیں فرمائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا جب کہ اس کی خوشبو میلوں دُور تک جائے گی۔ اتنا خطرناک مرض ہے!۔

کیوں صاحب اگر معلوم ہو جائے کہ ہمارے گھر میں بم رکھا ہوا ہے تو آپ کیا کرتے ہیں؟ بم کو ناکارہ کرنے کے لیئے آپ کس سے مدد لیتے ہیں؟ پولیس کے اس دستہ کا کیا نام ہے؟ بم ڈسپوزل اسکواڈ! آپ تھانہ میں فون کرتے ہیں، ایس پی کو فون کرتے ہیں کہ ہمارے گھر میں بم ہے لہٰذ جلدی سے بم ڈسپوزل اسکواڈ یعنی بم کو ناکارہ کرنے والا پولیس کا دستہ جلدی بھیجئے۔ تو آپ بم ڈسپوزل اسکواڈ کو کیوں تلاش کرتے ہیں اس لیئے کہ اس کے پاس ایسے اسلحے اور ہتھیار ہوتے ہیں جس سے اس کو ناکارہ کر دیتے ہیں۔

اب یہ بتایئے کہ جس کے دل میں تکبر کا بم رکھا ہوا ہے اس کو کیا کرنا چاہئے دل سے تکبر کے بم کو نکالنے والا دستہ کون ہے؟ اہل اللہ، مشایخ اور بزرگانِ دین ہیں۔ ان کو تلاش کیجئے، ان کو اپنا دل دکھائیے، اپنے کو پیش تو کیجئے کہ کہیں ہمارے دل میں یہ بم تو چھپا ہوا نہیں ہے اگر ہوگا تو وہ نکال دیں گے ان کے پاس اس کے علاج اور ترکیبیں ہیں جن پر عمل کرنے سے دل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بصیرت عطا فرماتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی تھانہ بھون کی خانقاہ میں کوئی داخل ہوتا ہے تو پہلی نظر جب اس پر پڑتی ہے اس کی سب بیماری سمجھ میں آجاتی ہے یہ علم غیب نہیں تجربہ ہے، عالم الغیب تو صرف خدائے تعالیٰ کی ذات ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس کی چال سے اور چہرے سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس میں فلاں بیماری ہے، ارے بھائی اس میں تعجب کی کیا بات ہے حکیم لوگ بھی بتا دیتے ہیں آنکھ پیلی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ اس کو

یرقان ہے، چہرہ زیادہ لال ہے تو سمجھ جاتے ہیں کہ اس کو فالج گرنے والا ہے بہت زیادہ خون بڑھ گیا ہے ہائی بلڈ پریشر والا مریض چہرہ سے پہچان لیا جاتا ہے۔

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بد نگاہی کر کے ایک شخص آیا تھا، دیکھتے ہی فرمایا۔

مَابَالُ اَقْوَامٍ یَتَرَشَّحُ مِنْ اَعْیُنِهِمُ الزِّنَا

کیا حال ہے ایسی قوم کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے تو سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسے سمجھ لیا۔ ہر گناہ کا اثر اس کی آنکھوں پر، چہرہ پر، اس کی چال پر پڑتا ہے اور تکبر والے کی تو چال ہی عجیب ہوتی ہے اُس کی چال ہی سے آپ سمجھ لیں گے کہ یہ شخص متکبر ہے۔

اور اللہ والوں کی کیا شان ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا

میرے خاص بندے زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، اپنے کو ذلیل کرکے مٹا کر، ان کی چال بتاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے دبے جا رہے ہیں اور متکبر کی چال بتاتی ہے کہ اس کے دل میں بڑائی ہے، اکڑ کے چلتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے متکبرو! تم اتنی زور سے زمین پر پاؤں رکھتے ہو لیکن تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے ہو اور نہ پہاڑ سے زیادہ لمبے ہو سکتے ہو جو گردن تان کر چل رہے ہو۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا،

زمین پر اتراتا ہوا مت چل کیونکہ تو زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور بے وقوف ہے جو اتنی گردن تان رہا ہے تو پہاڑوں کی لمبائی کو نہیں پہنچ سکتا۔ تو اپنے کو پہاڑ

سے زیادہ اُونچا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو تکبر انتہائی ناپسند ہے کہ قرآن میں اس بیماری کو کس انداز سے بیان فرمایا۔

اس لئے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ مجھے دو آدمیوں سے کبھی مناسبت نہیں ہوتی ایک متکبر اور ایک چالاک، میرے شیخ اوّل حضرت پھولپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ تکبر کی بیماری ہمیشہ احمقوں کو ہوتی ہے اور حماقت خدائی قہر ہے، مثنوی میں مولانا رُومؒ نے یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیزی سے بھاگ رہے تھے ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسُول! آپ کیوں اس طرح بھاگ کر تشریف لے جا رہے ہیں فرمایا کہ میں ایک احمق سے بھاگ رہا ہوں اور اس کی صُحبت سے اپنے کو جلد از جلد خلاصی دینا چاہتا ہوں، آپ کے اس اُمتی نے عرض کیا کہ آپ تو اللہ کے رسُول اور مسیحا ہیں آپ کی برکت سے تو اندھے اور کوڑھ کی بیماری والے شفاء پاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حماقت کی بیماری خدائی قہر ہے اور اندھا پن اور کوڑھ قہرِ خداوندی نہیں ابتلاء ہے اور ابتلاء ایسی بیماری ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت لاتی ہے اور حماقت ایسی بیماری ہے جو قہرِ الٰہی لاتی ہے لہٰذا احمق سے بچنا چاہئے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ گریز امت کی تعلیم کے لئے تھا اپنے ضرر کے خوف سے نہ تھا کیونکہ نبی ہونے کی وجہ سے آپ تو معصُوم اور محفوظ تھے۔

اسی طرح بعضے بڑے چالاک ہوتے ہیں اپنے ہی مطلب کی ہر وقت سامنے رکھتے ہیں، مطلب ختم اور بس رفو چکر، چالاکی اسی کا نام ہے چالاک آدمی مخلص نہیں ہوتا۔ وہ آپ کے ساتھ خلوص سے محبت نہیں کرتا اپنے مطلب کی محبت کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت نے فرمایا کہ مجھے چالاک اور متکبر دونوں سے مناسبت

نہیں ہوتی۔

تو دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ تکبر کا مرض بہت خطرناک ہے اس کی فکر کیجئے۔ کیونکہ ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بڑائی ہوگی۔ اگر گھر میں ایک کروڑ روپیہ رکھا ہو لیکن کسی نے ایک بم بھی رکھ دیا ہو تو کیا آپ کو چین آئے گا جب تک کہ بم ڈسپوزل اسکواڈ سے رابطہ نہ کریں۔ ہمارے دل میں کیا معلوم کہ کوئی ذرہ تکبر کا پڑا ہو یا بیا کا پڑا ہو لہٰذا بزرگانِ دین میں جن سے آپ کی مناسبت ہو ان سے تعلق قائم کیجئے، جب میں یہ کہتا ہوں کہ کسی سے تعلق قائم کیجئے تو بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ اختر یہ چاہتا ہے کہ ساری دُنیا مجھی سے بیعت ہو جائے، استغفر اللہ یہ میں نے کب کہا بھائی۔ ملتان میں میرا بیان سُن کر ایک صاحب نے کہا کہ آپ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ سارا ملتان آپ کے قدموں میں آجائے، میں نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہو، بہتان لگاتے ہو، جب میں بار بار یہ کہتا ہوں کہ جس خادمِ دین سے اہل اللہ کے اجازت یافتہ سے تم کو مناسبت ہو اس سے رجوع کرو، تو پھر یہ الزام لگانا کیسے جائز ہے۔ اگر ایک ڈاکٹر کہتا ہے کہ مجھے نظر آرہا ہے کہ بعض لوگوں کو یہاں کینسر ہے لہٰذا جس ڈاکٹر پر تمہیں اعتماد ہو اس سے رجوع کر لو، تو جو بے چارہ یہ تقریر کر رہا ہے اس پر یہ الزام لگانا کہ بس آپ یہ چاہتے ہیں کہ سارے مریض آپ کی ڈسپنسری میں پہنچ جائیں بتاؤ یہ الزام ہے یا نہیں؟ جب میں بار بار یہ اعلان کرتا ہوں کہ مولانا تقی عثمانی صاحب، حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ کے خلیفہ بیت المکرم میں ان کا بیان اور مجلس ہوتی ہے، ناظم آباد میں مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم ہیں۔ دار العلوم میں مفتی عبدالرؤف صاحب ہیں یہ سارے علماء شیخ ہیں اسی طرح سکھر میں بعض بزرگانِ دین ہیں جہاں مناسبت ہو وہاں جاؤ، پھر یہ الزام لگانا ظلم ہے یا نہیں۔ اب یہ کہنا کہ تیرے

بعضے شعر میں ایسا اشارہ ہے مثلاً ؎

دامنِ فقر میں مرے پنہاں ہے تاجِ قیصری
ذرۂ دردِ غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

اب کوئی اعتراض کر دے کہ آپ نے تو اس میں دعویٰ کیا ہے کہ میں ولی اللہ ہوں، میرے دامنِ فقر میں تاجِ قیصری پوشیدہ ہے، تو میں ان سے یہ کہوں گا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے بھی یہ کہہ دو، انہوں نے بھی تو کہا تھا جامع مسجد دہلی میں کہ ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

ولی اللہ اپنے سینہ میں ایک دل رکھتا ہے جس میں اللہ کی محبت کے جواہرات ہیں۔ اے سلاطینِ مُغلیہ مجھ سے بڑا میرِ ساماں اور دولت مند کون ہوگا؟ اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اپنی تعریف کی جارہی ہے بلکہ مُراد اہل اللہ کی تعریف کرنا ہے، ایسے اشعار میں اللہ والوں کی تعریف کرنے کی نیت ہوتی ہے شعر فہمی بھی تو ایک چیز ہے۔ اور اگر سمجھ میں نہ آئے تو پُوچھ ہی لو کہ اس کا کیا مطلب ہے تاکہ بدگمانی کی نوبت نہ آئے۔

تو یہ ارشادِ مبارک جب صحابہ نے سُنا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ کے برابر تکبر ہوگا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص پسند کرے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا بھی اچھا ہو، مثلاً ایک شخص خُوب اچھا دُھلا ہوا عمدہ لباس پہنتا ہے اور مان لو کہ جوتا بھی سلیم شاہی پہنتا ہے، ایک صحابی سوال کر رہے ہیں، مطلب یہ تھا کہ کہیں یہ تکبر تو نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ "اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ"

اللہ تعالیٰ جمیل ہیں جمال کو پسند کرتے ہیں، میلا کچیلا رہنا کوئی اچھی بات نہیں انسان صاف ستھرا رہے، جتنا ہو سکے اچھے لباس میں رہے یہ تکبر نہیں ہے کبر کی حقیقت اور اس کا مادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ تکبر کا بم دو جزء سے بنتا ہے۔

۱: بَطَرُ الْحَقِّ، حق بات کو قبول نہ کرنا، سارے علماء کہہ رہے ہیں کہ یہ مسئلہ ایسا ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ ہم نہیں جانتے، ہم مفتیوں کو مانتے ہی نہیں، میں نے ایسے متکبر بھی دیکھے ہیں جو کہتے تھے کہ اگر ساری دنیا کے مفتی مل جائیں تو بھی ہم نہیں مانیں گے، ارے بھائی ساری دُنیا کے علماء گمراہی پر کیسے جمع ہو سکتے ہیں مگر متکبر کی سمجھ میں یہ بات کہاں آتی ہے۔ بس حق معلوم ہو جانے پر اس کو قبول نہ کرے یہی کبر ہے۔

ہماری مسجد کے ایک امام صاحب تھے، دورانِ جماعت ان کا وضو ٹوٹ گیا۔ فوراً جماعت چھوڑ کر مسجد سے نکل گئے اور جا کر وضو کیا، اگر متکبر ہوگا تو مارے شرم کے بے وضو ہی نماز پڑھا دے گا۔ کیونکہ سوچے گا کہ اب نکلوں گا تو لوگ کہیں گے کہ جناب کی ہوا نکل گئی، لیکن اگر تکبر نہیں ہے تو سوچے گا کہ مسلمانوں کی نماز کو کیسے ضایع کردوں اور عذاب کا بار اپنی گردن پر کیسے لے لوں؟

اور تکبر کا دوسرا جزء ہے غَمْطُ النَّاسِ لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ کسی کو دیکھا تو اس کے سامنے آہا! آئیے تشریف لائیے چائے پیجئے، ایک پیالی چائے پلائی اور جب بے چارہ چلا گیا تو کہتے ہیں کہ بدھو ہے، بے وقوف ہے، عقل نہیں ہے۔ آج کل لوگوں میں یہ عام مرض ہے۔ مخلص بندہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی اخلاص ہو اور اللہ کی مخلوق کا بھی مخلص ہو۔ آپ خود سوچئے کہ جو شخص آپ کے بچوں کا مخلص نہیں ہوتا کیا آپ اسے دوست بنانے کے لئے

تیار ہوں گے ؟ ایک شخص باپ کی تو ہر وقت خدمت کر رہا ہے، اس کو شامی کباب اور بریانی کھلا رہا ہے، پیر بھی دبا رہا ہے لیکن اس کے بچوں کے ساتھ مخلص نہیں، ہر ایک کے ساتھ برائی سے پیش آرہا ہے، ہر ایک کی غیبت کر رہا ہے۔ باپ ہرگز ایسے کو دوست نہیں بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا بھی معاملہ یہی ہے۔ ایک شخص خوب عبادت کرتا ہے، تہجد بھی، اشراق بھی، چاشت بھی لیکن اللہ کے بندوں کو حقیر سمجھتا ہے ان کی غیبت کرتا ہے، ان کو ستاتا ہے، یا کسی کو بری نگاہ سے دیکھتا ہے اور دل میں برے برے خیال پکاتا ہے یہ اللہ کے بندوں کے ساتھ مخلص نہیں تو ایسے کو اللہ تعالیٰ ہرگز اپنا ولی نہیں بناتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ ، پوری مخلوق اللہ کی عیال ہے فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ (مشکوٰۃ ص۴۲۵)، اللہ کا سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کرے، ان کا مخلص رہے، خیر خواہ رہے، دعا گو رہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنا حال بیان فرماتے ہیں۔ کبھی کبھی اولیاء اللہ اپنا حال ظاہر کر دیتے ہیں مخلوق کی ہدایت کے لئے۔ فرماتے ہیں کہ میرا حال یہ ہے کہ میں مؤمنوں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کو تقویٰ دے دے، عافیت سے رہیں اور کافروں کے لئے بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کو ایمان دے دے، اور چیونٹیوں کے لئے بھی دعا کرتا ہوں کہ اے خدا چیونٹیاں بھی بلوں میں آرام سے رہیں اور سمندر کی مچھلیوں کے لئے بھی دعا مانگتا ہوں اور ساری کائنات کے لئے رحمت کی درخواست کرتا ہوں۔ ان کو کہتے ہیں اولیاء اللہ جو اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات پر رحمدل ہوں اور خدا کی مخلوق کی بھلائی چاہتے ہوں، ولایت اس کا نام ہے، یہی لوگ ہیں کہ اللہ کے یہاں ان کا کیا درجہ ہوگا۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ذرۂ درد عطا فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا

لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

تو اس بات کو خوب سمجھ لیجئے کہ تکبر دو جزء سے بنتا ہے۔

۱: بَطَرُ الْحَقِّ حق بات کو قبول نہ کرنا اور

۲: غَمْطُ النَّاسِ دُنیا کے کسی بھی انسان کو حقیر سمجھنا۔ النّاس فرمایا اَلْمُسْلِمُ نہیں فرمایا۔ اسی سے نکلتا ہے کہ کسی کافر کو بھی حقیر مت سمجھو، اس کے کفر سے تو نفرت کرو اس کی ذات سے نہیں، معاصی سے تو نفرت کرو لیکن دوستو عاصی سے نفرت نہ کرو، معاصی سے نفرت واجب، عاصی سے نفرت حرام، نکیر واجب تحقیر حرام، یعنی کسی بُری بات پر سمجھانا تو واجب ہے لیکن اس کو حقیر سمجھنا حرام ہے۔ اس لئے حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی کے نفس میں اتنی صلاحیت نہ پیدا ہو جائے کہ نصیحت کرنے والا جس کو نصیحت کر رہا ہے اس کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہوئے نصیحت کرے اس وقت تک اس کو نصیحت کرنا جائز نہیں۔ اگر وہ اپنے کو بڑا سمجھ کر اور دوسرے کو حقیر سمجھ کر نصیحت کر رہا ہے تو ایسی تبلیغ اس پر حرام ہے۔ جس کو نصیحت کیجئے تو پہلے یہ مراقبہ کیجئے کہ یا اللہ یہ بندہ مجھ سے بہتر ہے لیکن آپ کا حکم سمجھ کر اس کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے نصیحت کر رہا ہوں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ابا کے گال پر کہیں تھوڑی سی روشنائی لگ گئی تو ابا کو آپ نصیحت کریں گے کہ ابا آپ کے چہرہ پر روشنائی لگی ہے لیکن کیا ابا کو آپ حقیر سمجھیں گے؟ اپنے بابا کو کوئی حقیر سمجھے گا؟ بس اسی طرح اللہ کے تمام بندوں کا اکرام چاہئے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے مکہ شریف میں فرمایا کہ جو لوگ حج کرنے آتے ہیں مقامی لوگ ان کا اکرام کریں اور یہ سمجھیں کہ یہ مہمانِ سرکار ہیں اور یہاں کے لوگوں سے اگر حاجیوں کو اذیت پہنچ جائے تو حاجی یہ سمجھیں کہ یہ اہلِ دربار ہیں۔ میں نے مکہ شریف اور مدینہ شریف میں اپنے

دوستوں سے خاص طور سے عرض کیا کہ اگر کبھی اچانک کوئی عورت یا لڑکی سامنے آ جائے تو سمجھ لو کہ یہ ہماری ماں سے زیادہ محترم ہے کیونکہ خدا کے تعالیٰ کی مہمان ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان ہے، ایسے ہی کوئی لڑکا نظر آئے تو سمجھ لو کہ یہ بھی اللہ کا مہمان ہے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے اپنے باپ سے زیادہ عزت کرو، وہاں یہ مراقبہ ضروری ہے ورنہ نفس وہاں بھی بد نگاہی کرا دے گا بہت ہی احتیاط چاہیئے، خصوصاً ایسی مقدس جگہوں پر۔

غرض ہر ایک کا اکرام کرے اور دُنیا کے کسی انسان کو حقیر نہ سمجھے۔ گناہوں سے نفرت تو واجب ہے لیکن گنہگار سے نفرت جائز نہیں۔ ایک شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ صاحب یہ تو بہت مشکل ہے کہ ایک شخص کو ہم گناہ کرتے دیکھ رہے ہیں تو صرف گناہ ہی سے نفرت ہو اور گناہ گار سے نفرت نہ ہو یہ تو بہت مشکل لگتا ہے۔ فرمایا کہ کچھ بھی مشکل نہیں اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ ایک شہزادہ آیا نہایت حسین، چاند جیسا چہرہ مگر چہرہ پر روشنائی لگا کر آیا تو روشنائی سے نفرت کرو گے شہزادہ سے نفرت نہیں کرو گے، کیونکہ جانتے ہو کہ ابھی صابن سے دھوئے گا تو پھر چاند سا چہرہ نکل آئے گا اور اسے حقارت سے کچھ کہتے ہُوئے بھی ڈرو گے کہ شہزادہ ہے کہیں بادشاہ سے دُرّے نہ لگوا دے۔ اچھا کبھی چاند بھی تو بدلی میں چھپ جاتا ہے اور ذرا ذرا سا نظر آتا ہے تو کیا کوئی چاند کو حقیر سمجھتا ہے کیونکہ جانتا ہے کہ ابھی بادل ہٹ جائے گا تو پھر ویسا ہی روشن ہو جائے گا اسی طرح گنہگار بندہ ابھی تو مبتلا ہے لیکن ابھی توبہ کرے، چند آنسو گرائے ایک آہ کرے، تو بعض وقت بڑے بڑے نیکوں سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
ناگہہ بیک خروش بہ منزل رسیدہ اند

فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کو حقیر مت سمجھو، کبھی ایک آہ انہوں نے ایسی کی ہے کہ ایک ہی آہ میں منزل تک پہنچ گئے، ندامت پیدا ہوئی اور اسی وقت کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جون پور کے ایک شاعر تھے حفیظ نام تھا۔ ان کے اشعار کا مجموعہ دیوانِ حفیظ شایع ہو چکا ہے۔ شراب پیتے تھے۔ داڑھی منڈاتے تھے۔ لوگوں سے پوچھا کہ ہماری اصلاح کیسے ہوگی، حفیظ صاحب کو بتایا گیا کہ جاؤ خانقاہ تھانہ بھون جاؤ، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔ فوراً چل دیے، راستہ میں تھوڑی سی داڑھی بڑھ گئی۔ خانقاہ میں بیٹھ کر حجام کو بلایا اور وہ بھی صاف کرا دی۔ حضرت سے کہا کہ حضرت بیعت کر لیجئے، فرمایا کہ جناب کل میں نے دیکھا تھا جب آپ جون پور سے آئے تھے تو چہرہ پر ذرا ذرا سا نور تھا آج آپ نے وہ بھی ختم کر دیا۔ جب بیعت ہونے کا ارادہ تھا تو پھر یہ حرکت کیوں کی؟ حفیظ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ حکیم الامت ہیں، میں مریض الامت ہوں مریض کو چاہئے کہ اپنی پوری بیماری پیش کر دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب کبھی استرا نہیں لگے گا حالانکہ ان کے لئے یہ جائز نہیں تھا لیکن کیونکہ ان کا منشا اصلاح تھا اس لئے حضرت نے ان کے خلوص کو قبول فرمالیا اور خاموش ہو گئے، اس کے سال بھر بعد حضرت جون پور تشریف لے گئے، جون پور میں حضرت کا وعظ ہوا تھا اس میں میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب بھی موجود تھے اور وعظ سے پہلے ایک شخص نے حضرت کو پرچہ دیا تھا جس میں لکھا تھا کہ

۱: تم کافر ہو۔ ۲: تم جولاہے ہو ۳: ذرا سنبھل کر بیان کرنا۔

حضرت نے فرمایا کہ ایک شخص نے مجھے لکھا ہے کہ میں کافر ہوں لہٰذا میں کلمہ

پڑھتا ہوں اور آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

دُوسرا اعتراض ہے کہ میں جولاہا ہوں۔ تو بھائی جولاہا ہونا کوئی حقارت کی بات نہیں، وہ بھی اللہ کے بندے ہیں اور اپنے مسلمان بھائی ہیں لیکن میں فاروقی النسب ہوں میرا نسب نامہ حضرت فارُوقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، تھانہ بھون جاکر تحقیق کرو میرے والدین کے نکاح کے گواہ اب بھی موجود ہیں۔

اور تیسری بات یہ لکھی ہے کہ ذرا سنبھل کر بیان کرنا تو اس کو نہیں مانوں گا۔ حق پیش کروں گا اشرف علی اس سے نہیں ڈرتا۔ اہل بدعت سے خطاب تھا، پھر حضرت نے ایسی تقریر کی کہ سارے اہل بدعت تائب ہو گئے، انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عظمتیں اور محبتیں آپ لوگ رکھتے ہیں اس کا ہمیں پتہ ہی نہیں تھا۔ ہم تو آپ کو دشمن رسُول سمجھتے تھے لیکن آج پتہ چلا کہ اصلی عاشقِ رسُول تو آپ ہی لوگ ہیں۔ اسی جون پُور کے حفیظ صاحب تھے حضرت نے فرمایا کہ یہ سفید داڑھی والے بڑے میاں کون ہیں؟ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت یہ بڑے میاں وہی ہیں حفیظ جون پُوری شاعر جو آپ کے پاس کس حالت میں گئے تھے، حضرت بہت خوش ہوئے۔

دیکھئے کسی کو کوئی کیا حقیر سمجھے، جب ان کا انتقال ہونے لگا تو تین دن تک مسلسل روتے رہے۔ بس نماز پڑھتے تھے اور زمین پر تڑپ تڑپ کر رونے لگتے تھے، اللہ کا خوف طاری ہوگیا۔ اپنے گھر میں اس دیوار سے اُس دیوار تک اُس دیوار سے اِس دیوار تک تڑپتے تھے۔ اور بس روتے تھے کہ یا اللہ مجھ کو معاف کر دے، عجیب کیفیت تھی اور اسی حال میں زمین پر تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ دیکھئے گنہگاروں کی رُوح میں کیسا انقلاب آیا حالت بدل گئی۔ ایک

اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر توبہ کر کے پاک صاف ہو کر چلے گئے اور اپنے دیوان میں دو شعر بڑھا گئے فرمایا کہ ؎

مری کُھل کر سیہ کاری تو دیکھو
اور ان کی شانِ ستاری تو دیکھو
گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمیں میں
گناہوں کی گراں باری تو دیکھو
ہُوا بیعت حفیظ اشرف علی سے
بہ ایں غفلت یہ ہشیاری تو دیکھو

ہمارے یہاں نعمانی صاحب تھے مولانا شبلی نعمانی کے سگے بھتیجے۔ انتقال سے تین چار دن پہلے میرے پوتوں کو چھوٹے چھوٹے بچوں کو بُلاتے تھے کہ یہاں آؤ، ہاتھ اٹھاؤ، میرے لئے دُعا مانگو، یہ دُعا مانگو کہ اللہ اس بڈھے کو معاف کردے، بس یہی ایک جملہ ان کا تھا، بار بار کہتے تھے ہر چھوٹے بچے سے دُعا کراتے تھے کہ یہ دُعا کرو کہ اللہ اس بڈھے کو معاف کردے اور کلمہ پڑھتے ہُوئے ماشاء اللہ چلے گئے۔ ان کے انتقال کے بعد لوگوں نے خواب میں ان کو سفید لباس میں دیکھا جو اچھی علامت ہے۔ کسی کے محتاج بھی نہ ہُوئے۔ یہی دعا کرتے تھے کہ یا اللہ آپ مجھے کسی کا محتاج نہ کیجئے۔

اب آخر میں ایک واقعہ سُنا کر یہ مضمون ختم کرتا ہوں جو بہترین علاج ہے کبر کا۔ اور یہ واقعہ میرے شیخ اوّل حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سُنایا تھا۔ بات یہ ہے کہ بزرگ ایسے واقعات پیش کر دیتے ہیں جس سے اس دَور کے لوگوں کی سمجھ میں بات جلدی آجاتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک لڑکی

کی شادی ہو رہی تھی سارے محلہ کی سہیلیوں نے اسے سجایا۔ پہلے زمانہ میں رواج تھا کہ محلہ کی لڑکیاں آتی تھیں اور اپنی سہیلی کو سجاتی تھیں کوئی ناک میں نتھ پہنا رہی ہے کوئی کان میں ایران (بُندے) پہنا رہی ہے، کوئی سر میں جھومر لگا رہی ہے، کوئی بالوں میں تیل لگا کر کنگھا کر رہی ہے، کوئی سُرمہ لگا رہی ہے۔ اسے خوب سجا کر محلہ کی لڑکیوں نے کہا کہ بہن مُبارک ہو، بہت اچھی لگ رہی ہو۔ تمہارے اندر تو بڑا حُسن و جمال آگیا۔ یہ سُن کر وہ لڑکی رونے لگی۔ سہیلیوں نے پوچھا کہ تم کیوں رو رہی ہو، تمہیں تو خوش ہو جانا چاہئے۔ کہا کہ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ تمہاری تعریف سے میرا بھلا نہیں ہوگا جب شوہر دیکھ کر مجھ کو پسند کرلے، جس کے ساتھ زندگی گذارنا ہے وہ دیکھ کر کہہ دے کہ تم مجھے اچھی لگ رہی ہو تب مجھے خوشی ہوگی ابھی تو پتہ نہیں کہ میں اسے پسند آؤں گی یا نہیں، تمہاری نظر میں اچھی لگنے سے میرا کوئی فائدہ نہیں۔ ایک دیہاتی مثل ہے۔ جھلنی تو گڑھایوں پیا اپنے مناں سے پیا من بھاوا لاکہ نائیں۔ یہ ہندی زبان کا ایک محاورہ ہے کہ یہ زیور تو میں نے اپنی پسند سے بنایا لیکن نہ معلوم شوہر کو پسند آئے گا کہ نہیں۔

اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ رونے لگے کہ ایسے ہی دنیا بھر کے لوگ کسی انسان کی تعریف کریں کہ ارے حضرت آپ کا کیا کہنا، آپ کے چہرہ سے تو انوار ٹپک رہے ہیں اور آپ کی آنکھوں میں تو بجلی کی دکان ہے جس کو آپ دیکھ لیتے ہیں اللہ والا ہو جاتا ہے اور میں نے خواب میں آپ کو دیکھا کہ آپ آسمان میں اُڑ رہے تھے اور آپ تقریر کرتے ہیں تو کیا کہنا بجلی گراتے ہیں ہر طرف سے تعریفیں سُن سُن کر آدمی پھول جاتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ گدھا موٹا ہوتا ہے بھوسہ سے اور آدمی کان کے راستہ سے موٹا ہوتا ہے، کان کے راستہ سے اس کی تعریف آئے تو وہ موٹا ہو جائے گا چاہے اس کو فاقہ ہو

رہا ہو، ایسے لیڈر میں نے دیکھے کہ چپل پھٹی ہوئی ۔ بالکل غریب لیکن الیکشن میں جیت گئے، ہر طرف سے تعریف ملی کچھ دنوں میں خوب موٹے ہو گئے، مولانا رُومی فرماتے ہیں ؎

جانور فربہ شود از ناؤ نوش

جانور موٹا ہوتا ہے بھوسہ کھا کر ۔ اور

آدمی فربہ شود از راہِ گوش

آدمی کا نفس کانوں سے اپنی تعریف سُن سُن کر پھُول جاتا ہے۔

لہٰذا حضرت شاہ عبد الغنی صاحبؒ یہ واقعہ سُنا کر رونے لگے اور آنکھوں میں آنسو بھر کر فرمایا کہ ساری دُنیا تعریف کرے لیکن سوچو کہ قیامت کے دن مخلوق کی یہ تعریف کام آئے گی یا کہ اللہ کی نظر کام دے گی۔ جب قیامت کے دن اللہ کی نظر میں ہماری نماز، ہمارے سجدے، ہمارا وعظ، ہماری پیری مُریدی، ہمارے حج، ہمارے عُمرے، ہماری نیکیاں پسند آجائیں اور اللہ تعالیٰ فرمادیں کہ ہم نے قبول کیا تب خوش ہونا۔ ابھی کیا پتہ ہے کہ ان کی نظر میں ہم کیسے ہیں کیا کوئی خبر آئی ہے؟ عشرۂ مبشرہ اور صحابہ جن کو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کہ میں ان سے راضی ہوں وہ مستثنیٰ ہیں مگر ہم لوگوں پر تو کوئی آیت نازل نہیں ہوئی لہٰذا ڈرتے رہئے اپنی قیمت خود نہ لگائیے۔ وہ غلام نہایت بیوقوف ہے جو اپنی قیمت خود لگالے، بھائی غلام کی قیمت مالک لگاتا ہے یا وہ خود لگاتا ہے؟ غلام کی قیمت تو مالک لگاتا ہے بس جب قیامت کے دن مالک تعالیٰ شانہٗ ہماری قیمت لگادیں اور فرمادیں کہ میں تم سے راضی ہوں پھر جتنا چاہو اُچھلو کودو۔ بڑے پیر صاحب شاہ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے تھے کہ جب ایمان کو سلامتی سے قبر میں لے جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ فرمادے گا کہ میں تم سے خوش ہوں تب میں وہاں خوب خوشی مناؤں گا۔

ابھی تو روتے ہی رہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور عمل بھی کرتے رہو۔ لیکن اتنا خوف بھی نہ ہو کہ نا اُمید ہو کر عمل ہی چھوٹ جائے۔ خوف بس اتنا ہی مطلوب ہے کہ آدمی گناہوں سے بچ جائے، خوف اور اُمید کے درمیان میں ایمان ہے۔ میرے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔

دیکھئے جب یہ آیت نازل ہوئی

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ

وہ لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں۔ یہاں اسم موصول "ما" بلاغت کے لئے ہے، اسم موصول میں ابہام ہوتا ہے جس سے بلاغت مقصود ہوتی ہے یعنی صحابہ اللہ کے راستہ میں خوب خرچ کرتے ہیں لیکن اس سے ان کے دل میں اکڑ نہیں آتی بلکہ ڈرتے رہتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی کیا تفسیر ہے یعنی خوب خرچ کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کے راستہ میں، جہاد میں مال دیتے ہیں پھر کیوں ڈرتے ہیں أَهُوَ الرَّجُلُ يَسْرِقُ وَيَزْنِيْ وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ کیا یہ چوری کرتے ہیں، زنا کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں، ایسا نہیں ہے، وَلٰكِنَّهُ الرَّجُلُ يَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُ وَيُصَلِّيْ یہ روزہ رکھتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ اَنْ لَّا يَتَقَبَّلَ مِنْهُ معلوم نہیں قبول بھی ہے یا نہیں۔

(تفسیر کبیر ص۱۰۸ ج ۱۲ و روح المعانی پ ۱۸، ص۲۴۳)

دیکھئے نص قرآنی سے یہ علاج ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ علاج فرما رہے ہیں۔ قیامت تک کے لئے یہ سبق مل گیا کہ عمل کرنے کے بعد دل میں ڈر آنا چاہئے کہ معلوم نہیں قبول ہے یا نہیں۔

اور اگر تسبیحات سے، تہجد سے، چلے لگانے سے پیٹ میں اور بھی زیادہ تکبر کے چلے پیدا ہو جائیں تو بتاؤ یہ چلے قبول ہوں گے؟ رائے ونڈ میں اکابر تبلیغ سے بھی یہ بات سُنی کہ جس عمل کے بعد اکڑ آجائے تو سمجھو تو قبول نہیں ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بڑھ کر کس کا اخلاص ہو سکتا ہے کہ اللہ کا گھر بنایا۔ لیکن کعبہ بنانے کے بعد اکڑ نہیں آئی کہ ہم نے اللہ کا گھر بنایا ہے، اپنے اخلاص پر ناز نہیں کیا کہ اب تو قبول کرنا ہی پڑے گا۔ بلکہ گڑگڑا رہے ہیں، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ کہ اے خدا از راہ کرم قبول فرما لیجئے۔

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں وَفِیْ اخْتِیَارِ صِیْغَةِ التَّفَعُّلِ اِعْتِرَافٌ بِالْقُصُوْرِ (روح المعانی ص ۳۸۵ ج ۱) تقبل باب تفعل سے ہے اور تفعل میں خاصیت تکلف کی ہے پس تَقَبَّلْ کہنے میں اپنے عجز و قصور کا اعتراف ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اے خدا ہماری تعمیر اس قابل نہیں ہے کہ آپ قبول فرما دیں لیکن آپ بہ تکلف قبول فرما لیجئے، ہمیں حق نہیں پہنچتا۔ آپ از راہِ کرم از راہِ رحمت قبول فرما لیجئے۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ یعنی سَمِیْعٌ بِدَعَوَاتِنَا وَعَلِیْمٌ بِنِیَّاتِنَا آپ ہماری دعا کو سن رہے ہیں اور ہماری نیت سے باخبر ہیں کہ ہم نے آپ ہی کے لئے یہ تعمیر کی ہے۔

دونوں نبیوں کی یہ دعا قیامت تک کے لئے ہمارے واسطے ہدایت ہے۔ دونوں پیغمبروں کا یہ عمل اللہ نے قرآن میں نازل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو آگاہ فرمادیا کہ جب کبھی نیک عمل کی توفیق ہو جائے، چاہے حج کی توفیق ہو، عمرہ کی توفیق ہو، تلاوت کی توفیق ہو، تہجد کی توفیق ہو، روزوں کی توفیق ہو جس نیک عمل کی بھی توفیق ہو جائے تو اکڑو مت، ناز نہ آئے کہ اوہ! میں نے آج اتنا کرلیا۔

آج میں نے اتنی تلاوت کرلی، آج میں نے اتنے نوافل پڑھ لئے۔ آج میں اللہ کا مقرب ہوگیا۔ باقی سب لوگ تو غافل اور نافرمان ہیں اور اگر کچھ عبادت گذار ہیں بھی تو ایسے کہاں جیسا میں ہوں۔ بس جہاں یہ "میں" آئی تو سمجھو کہ وہ بکری ہوگیا۔ وہ بھی میں میں کرتی ہے۔ یہ "میں" ہی تو انسان کو تباہ کردیتی ہے۔

لہٰذا یہ آیت تکبر و عجب کا علاج ہے کوئی نیک عمل ہو جائے تو اکڑو مت بلکہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا کہو جو شخص کہہ دے گا رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ کبر سے پاک ہو جائے گا۔ جب اللہ سے گڑگڑا رہا ہے تو اب اس میں تکبر کہاں رہا۔ جس میں بڑائی ہوتی ہے وہ کہاں گڑگڑانا جانتا ہے، وہ تو اکڑنا جانتا ہے، ادھر اُدھر اپنی ڈینگیں ہانکتا ہے لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ آج تو ماشاء اللہ بہت سویرے آنکھ کھل گئی۔ نوافل کے بعد رونے کی بھی توفیق ہوئی۔ میری آنکھیں نہیں دیکھتے ہو کیسی لال لال سی ہو رہی ہیں۔

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ ایک ڈبل حاجی کے پاس ایک آدمی مہمان ہوا۔ اس حاجی نے دو حج کئے تھے اس نے اپنے نوکر سے کہا کہ ارے فلانے! میرے مہمان کو اس صراحی سے پانی پلاؤ جو میں نے دوسرے حج میں مدینہ شریف سے خریدی تھی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس ظالم نے ایک جملہ میں دونوں حج ضائع کر دیئے۔ ہزاروں روپیہ کا خرچہ، آنے جانے کی محنتیں، طواف اور سعی، منیٰ اور عرفات کا ثواب، سب ضائع ہوگئے کیونکہ اپنے عمل کا اظہار کردیا۔

بس اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ عجب و کبر سے، ریا سے اور جملہ رذائل سے ہمارے قلوب کو پاک فرمادے۔ اور اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

کمالاتِ اشرفیہ سے مجددالملت حکیم الامت تھانویؒ کے ارشادات

تکبر کی تعریف اور اس کا علاج

فرمایا کہ تکبر کا حاصل یہ ہے کہ کسی کمال دُنیوی یا دینی میں اپنے کو دُوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کو حقیر سمجھے پس اپنے کو بڑا سمجھنا اور دُوسرے کو حقیر سمجھنا یہ تکبر کی حقیقت ہے جو حرام ہے اور معصیت ہے اس لئے جب اپنے کسی کمال پر نظر جائے تو یہ مراقبہ کر لیا کریں جس سے انشاء اللہ تعالیٰ تکبر سے حفاظت رہے گی وہ مراقبہ یہ ہے:

(الف) اگرچہ میرے اندر یہ کمال ہے مگر میرا پیدا کیا ہُوا نہیں۔ حق تعالیٰ کا عطا فرمایا ہُوا ہے۔

(ب) اور عطا بھی میرے کسی استحقاق سے نہیں ہُوا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور رحمت ہے۔

(ج) پھر عطا کے بعد اس کا بقاء (باقی رہنا) میرے اختیار میں نہیں بلکہ حق تعالیٰ جب چاہیں چھین لیں۔

(د) اور اگرچہ اس دُوسرے شخص میں فی الحال یہ کمال نہیں ہے مگر آئندہ ممکن ہے کہ میرے کمال سے زیادہ اس کو یہ کمال اس طرح حاصل ہو جاوے کہ میں اس کمال میں اس کا محتاج ہو جاؤں۔

(ہ) یا فی الحال ہی اس شخص میں کوئی کمال ایسا ہو جو مجھ سے مخفی (پوشیدہ) ہو اور دُوسروں پر ظاہر ہو یا سب ہی سے مخفی ہو اور حق تعالیٰ کو معلوم ہو جس کے اعتبار سے اس کے اوصاف کا مجموعہ میرے اوصاف کے مجموعہ

سے زیادہ ہو۔

(س) اگر کسی کا کوئی کمال بھی ذہن میں نہ آوے تو یہ احتمال قائم کرے کہ شاید یہ شخص اللہ کے نزدیک مقبول ہو اور میں غیر مقبول ہوں یا اگر میں بھی مقبول ہوں تو یہ مجھ سے زیادہ مقبول ہو۔ تو مجھ کو کیا حق ہے کہ اس کو حقیر سمجھوں۔

(د) اور اگر بالفرض سب باتوں میں یہ مجھ سے کم ہی ہے تو ناقص کا کامل پر حق ہوتا ہے، مریض کا صحیح پر، ضعیف کا قوی پر، فقیر کا غنی پر، لہٰذا مجھ کو چاہئے کہ اس پر شفقت اور رحم کروں۔ اس کی تکمیل میں کوشش کروں اور اگر اس کی طاقت نہ ہو یا فرصت نہ ہو تو دُعائے تکمیل ہی سہی۔ اس خیال کے بعد اس کی تکمیل کے لئے کوشش شروع کر دے۔ اس تدبیر سے اس شخص کے ساتھ تعلق شفقت کا پیدا ہو جائے گا اور طبیعت کا خاصہ ہے کہ جس کی تکمیل اور تربیت میں کوشش کرتا ہے اس سے محبت ہو جاتی ہے اور محبت کے بعد تحقیر نہیں ہوتی۔

(ر) اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کبھی کبھی اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے بات چیت کر لیا کرے، اس کا مزاج پوچھ لیا کرے۔ اس سے ایک دوسرے سے تعلق ہو جاتا ہے اور ایسے تعلق کے بعد تحقیر جاتی رہتی ہے۔

(خلاصۂ ملفوظ صـــ ۹۴)

تکبر کا ایک پائیدار علاج

فرمایا کہ تکبر کا ایک علاج یہ ہے کہ عادات قلیل الجاہ لوگوں کے اختیار کئے جاویں (یعنی ان لوگوں کی عادتیں اختیار کی جائیں جن کو زیادہ عزت و شہرت حاصل نہیں) مثلاً کپڑے میں پیوند لگا کر پہنے بلکہ غیر میل کا پیوند لگائے اگر

اتنا اور کرے کہ ایک ہفتہ یا ایک مہینہ تو ایسا لباس پہنے اور ایک ہفتہ یا ایک مہینہ عُمدہ لباس پہنے تو اس طرح چونکہ نفس کو زیادہ انقباض اور تکلیف ہو گی اس لئے زیادہ مجاہدہ اور جلد اصلاح ہو گی۔ (ص۱۱۸)

تکبر کے مفاسد اور مُعالجات

فرمایا کہ صاحبو اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ایسا فعل ہے جس میں مفاسد ہی مفاسد (بُرائیاں ہی بُرائیاں) ہیں آدمی اپنے کو کبھی بڑا نہ سمجھے۔ اگر یوں ذہن میں نہ آوے تو چاہئے بہ تکلف اس کی مشق کرے اہل اللہ نے اس کی تدابیر لکھی ہیں وہ یہ ہیں کہ اگر اپنے سے چھوٹے کو دیکھے تو اس وقت یہ خیال کرے کہ یہ مجھ سے عُمر میں چھوٹا ہے اس نے گناہ کم کئے ہیں میری عُمر زیادہ ہے گناہ بھی میرے زیادہ ہوں گے اور اپنے سے بڑے کو دیکھے تو یوں خیال کرے کہ اس کی عُمر زیادہ ہے اس نے نیکیاں مجھ سے زیادہ کی ہوں گی۔ لوگ ان باتوں کو توہمات سمجھتے ہیں لیکن یہ توہمات ہی کام دینے والے ہیں۔ (ص۲۸۴)

فرمایا کہ بڑے بننے میں لوگوں کو مزہ آتا ہے حالانکہ چھوٹے ہونے میں مزہ ہے کیونکہ بڑے بننے میں سارے بار اس پر آجاتے ہیں۔ ہاں اگر منجانب اللہ کوئی خدمت اس کے سپرد ہو جائے تو اس کی مدد ہوتی ہے اور خود بڑا بننے میں مدد نہیں ہوتی۔

اور جبکہ وہ بڑائی بھی جو بلا قصد خود بخود ملے وہ بھی خطرہ سے خالی نہیں تو خود بڑا بننے کا تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ اور ایسے لوگ کم ہیں کہ سامان بڑائی کا ہو اور گمان بڑائی کا نہ آوے یہ صدیقین (بڑے درجہ کے اولیاء) کا کام ہے۔

(ص۱۲۹)

تکبر کا علمی و عملی علاج

فرمایا کہ بعض سمجھ دار ایسے ہوتے ہیں کہ باوجود امارت اور دولت کے نہایت متواضع ہیں (یعنی اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے) مگر اکثروں کی حالت اس کے خلاف ہی ہے ان متکبروں کو سمجھنا چاہئے کہ ہم ایسی چیز پر تکبر کرتے ہیں جس کا حصول ہمارے اختیار میں نہیں اور حصول تو کیا اختیار میں ہوتا اس کا بقا (باقی رکھنا) بھی تو اختیار میں نہیں پھر ایسی چیز پر تکبر کرنے سے کیا فائدہ یہ تو تکبر کا علمی علاج ہے اور عملی علاج یہ ہے کہ غُربا کی تعظیم و تواضع کریں۔ خوشی سے نہ ہو سکے تو بہ تکلف ہی کریں۔ ان سے خوش خلقی اور نرمی اور شیریں کلامی سے پیش آئیں وہ جب ملنے آئیں تو کھڑے ہو جایا کریں۔ ان کی دلجوئی کریں۔ (ص۲۶۵)

فرمایا کہ اگر خدا کسی کو بے فکری سے کھانے کو دے تو یہ نعمت ہے لیکن اس میں ایک نقصان بھی ہے کہ کبر، ناز و عجب، غرور، غفلت، غریبوں کی تحقیر کمزوروں پر ظلم اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا علاج اور تدارک یہ ہے کہ تدبّر اور تفکّر سے کام لے اور سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل فرمایا ہے ورنہ میں بالکل نا اہل تھا۔ مجھ میں کوئی کمال بھی نہ تھا۔ بلکہ اپنے گناہوں پر نظر کر کے سوچے کہ میں تو سزا کا مستحق تھا اور اگر بالفرض مجھ میں کوئی کمال بھی تھا تو مجھ سے زیادہ کمال رکھنے والے پریشان حال پھرتے ہیں پھر اس کا فضل ہی تو ہے جو اس نے مجھے ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا اب میں ناز کس بات پر کروں۔ (ص۲۶۴)

تکبر بصورت تواضع

فرمایا کہ کبھی تکبر بصورت تواضع بھی ہوتا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ جو

تواضع (خاکساری) بقصدِ تکبر (تکبر کی نیت سے) ہوتی ہے اس کے بعد فخر ہوتا ہے اور اس تواضع و خاکساری کے بعد کوئی تعظیم نہ کرے تو بُرا مانتا ہے اور جو تواضع بقصدِ تواضع ہو اس میں خوف ہوتا ہے اور کسی کی تعظیم نہ کرنے سے بُرا نہیں مانتا اور اپنے کو عدمِ تعظیم ہی کا مستحق سمجھتا ہے۔ (صـ۱۶۹)

شکر اور کبر کا فرق

فرمایا کہ جو شخص حق پر ہو (یعنی صحیح عقیدہ و صحیح عمل والا ہو) اس میں بھی لوگوں کی دو حالتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس کو نعمت سمجھ کر اس پر شکر کرے یہ تو مطلوب ہے۔ اور ایک یہ کہ اس پر ناز ہو یہ جہل ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے مثلاً ایک شے ہے کہ دو شخص اس پر قابض ہیں مگر ایک تو مالک ہے اور دُوسرا محض تحویلدار، سو مالک تو ناز کر سکتا ہے مگر تحویلدار نہیں کر سکتا بلکہ اس کو بھی یہی اندیشہ لگا رہے گا کہ کہیں مجھ سے چھین نہ لے۔ اسی طرح اگر کسی نعمت پر بندہ میں خوف کی کیفیت ہے کہ کہیں مالکِ حقیقی اس نعمت کو سلب نہ کر لے تو یہ شکر ہے کہ یوں سمجھ رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے ورنہ کبر ہے۔ پس اہلِ حق کو چاہئے کہ ترساں و لرزاں رہیں اہلِ باطل کو حقیر اور اپنے کو بڑا نہ سمجھیں۔ (صـ۱۳۸)

عجب کا علاج اور نعمتوں پر خوش ہونا

فرمایا کہ اگر استحضارِ نعم (نعمتوں کے دھیان) کے ساتھ اس کا استحضار بھی کر لیا جاوے کہ یہ نعمتیں میرے استحقاق کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ موہبتِ الٰہیہ (عطائے الٰہی) ہیں وہ اگر چاہیں ابھی سلب کر لیں اور یہ ان کی رحمت ہے کہ بلا استحقاق عطا

فرمار کھی ہیں اور دُوسروں کے متعلق اس کا استحضار کرلیا جاوے کہ اگرچہ یہ لوگ ان خاص فضیلتوں سے خالی ہوں لیکن ممکن ہے کہ ان کو ایسی فضیلتیں دی گئی ہوں کہ ہم کو ان کی خبر نہ ہو اور ان کی وجہ سے ان کا رُتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہو تو ان دونوں استحضار کے بعد جو سرُور رہ جائے گا وہ عجب نہ ہوگا یا تو فرحت طبعی ہوگی جو مذموم نہیں یا شکر ہوگا جب منعم کے احسان کا بھی استحضار ہو جس پر اُجر ملے گا۔ (ص ۲۷۹)

علاجِ تکبر

المارِی اسرار کے تالے کو ذرا کھول
ظاہر ہُوا جاتا ہے ترے ڈھول کا سب پول
اے نُطفۂ ناپاک تُو آنکھیں تو ذرا کھول
زیبا نہیں دیتا ہے تکبر کا تجھے بول

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

عشقِ کفن

مَیں نے جن کو سجن بنایا تھا
جن کو میں نے بھجن سُنایا تھا
میرا اُن کے سفید بالوں نے
عِشق کا میرے کفن بنایا تھا

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فریبِ مجاز

نہ وہ سوز ہے نہ وہ ساز ہے یہ عجب فریبِ مجاز ہے
سرِ نازِ حُسن بھی خم ہوا نہ اب عشق وقفِ نیاز ہے
گیا حُسن یوں بُتِ ناز کا کہ نشاں بھی باقی نہیں رہا
پڑھو دوستو مرے عشق پر کہ جنازہ کی یہ نماز ہے

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم